THE BOOK WAS DRENCHED

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_222313

UNIVERSAL
LIBRARY

OUP—881—5-8-74—15,000

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۸۹۱ ۵ د ۳۱۵ Accession No. U 1496

Author

Title مظفر محمد علی

This book should be returned on or before the date last marked below.

إن من الشعر لحكمة وإن من البيان لسحرا

الحمد للہ والمنہ کہ دیوان خوش عنوان من تصنیف جناب منشی سید محمد علی صاحب دھلوی اسم تاریخی

دستاج سخن

مصنفہ

١٣١٦

حسب الارشاد عالیجناب مولانا حاجی محمد عبد الرحیم صاحب مختار پالونجہ و عالیجناب مولانا حاجی خواجہ ابراہیم صاحب

قد طبع فی المطبع شمسی بحیدرآباد دکن
سنہ ۱۳۱۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ مصنف

حضرات خواجہ میر درد علیہ الرحمہ۔ جو شہر دہلی مین۔ ایک مشہور بزرگ گزرے ہین وہ مضطر کے نانا تھے۔ اور میر امداد علی صاحب تحصیلدار سابق ریاست کوٹہ۔ کا یہہ مضطر بیٹا۔ اور مولوی محمد سید علی صاحب سب اوورسیر لینڈی کوتل ضلع پشاور کا بھائی جناب حکیم مولوی سید محمد ناصر نذیر صاحب متخلص بہ فراق۔ شہرہ آفاق کا بہانجہ اور اون کا ایک ادنی شاگرد ہے۔

ان بزرگوارون سے ہند کا کوئی ایسا خطہ اور شخص نہین ہے۔ جو واقف نہو۔ یہہ خاندان باعتبار۔ علم و فضل۔ تقدس و شان ہر جگہ اظہر من الشمس ہے۔ ان بزرگونکی

اولاد - اور نام لیوا ایک یہہ مفتخر بھی ہے -

مگر جب وہ اپنی حالت پر غور کرتا ہے - اور دیکھتا ہے - تو در و دیوار پر یہی لکھا ہوا پاتا ہے - اور کانون مین بھی یہی آواز آتی ہے - کہ بیشک تیرے نانا - دادا - باپ - بھائی - ایسے ہی تھے اور ہین - جن کا نام - جن کی عظمت تا بہ قیام قیامت باقی رہے گی - اور اسی طرح لوگ اون کو برابر مانتے رہین گے - مگر اس سے تجھ کمبخت کو کیا - اگر وہ تھے اور ہین - تو وہ ہون گے - کچھ گذر گئے - زمانہ ہوگیا - کچھ ہین - اگر تجھ مین کچھ زور بل بوتا ہے - دم درود ہے - تو آ - میدان کے میدان خالی ہین - ہر قسم کے پہلوان - اپنا اپنا پرا جمائے - اپنی اپنی ٹکڑی کے ساتھ بیٹھے ہین - خم ٹھونک - نکل - دست بغل ہو - نہین تو - بازار مین آ - کچھ وہین سوداگر - جوہر دکھا - کیونکہ جوہری - اپنی اپنی دوکان مین - کسوٹیان لئے بیٹھے ہین - وہ کھرا کھوٹا - پرکھین گے - کہین گے - تائین گے - اگر سچے ہین - تو رائج الوقت - اور بادشاہ وقت کے چلن کے ہین - کہ نہین - سرکاری ہی ٹکسال کے مشکوک شدہ ہین نہ - قلب تو نہین ؟ اگر کسی علم و فن مین مہارت کلی - تامّہ - غیر تامّہ - رکھتا ہے - تو اوس کے لئے بھی مکتبون مین - اپنے اپنے حلقۂ درس مین سیکڑون بزرگوار بیٹھے ہین - شاگرد زانوے شاگردی تہ کئے - گردن جھکائے - مؤدب ہین -

ان مین پیش ہو۔

ہائے یہہ مضطر۔ کیا پیش کرے۔ نہ تو میدان کے قابل۔ نہ بازار کے لئے جوہر سکہ!!! الٰہی کرے تو کیا کرے۔ جس چیز کی مانگ ہے چاہت ہے۔ عالم مین بیوپار ہے۔ بازار گرما گرم ہین۔ یہان سرے سے اون چیزون کا نام ہی نہین حیف! پھر کیا کرون۔ گھبراتا ہون۔ گریبان مین منہ ڈالتا ہون۔ گاہے نعلین جھانکتا ہون۔ غرضکہ۔ ایسی بگڑی ہے کہ بنائے نہین بنتی کرون تو کیا کرون۔ اودہر پہلوان خم ٹھونک ٹھونک اکھاڑے ہین۔ اودہر جوہری ٹکسالی۔ بازار مین۔ حلقۂ درس کے مقدس بزرگوار مکتب مین۔ سب اپنی اپنی طرف بلا رہے ہین۔ دوسری تک رہے ہین۔ گاہے گاہے۔ اشارے۔ کنائے۔ بہی ہو جاتے ہین۔ نظرین ہین کہ میری ہی طرف لگی ہوئی ہین۔ کہ یہہ اودہر آئے؟ مضطر ایک! وہ بھی ہر جگہ کے لئے۔ نا اہل۔ ششدر۔ متحیر۔ جائے تو کدہر جائے۔ اور کیا منہ لیکر جائے۔

کمزور۔ کم مایہ۔ کم علم۔ جدہر جائے۔ رخ کرے۔ اپنے منہ کی کہائے۔ بزرگون کے نام پر بٹہ لگائے۔ اون کی مقدس روحون کو آزردہ کرے۔ خاندانی رہا سہا بھرم کہوئے۔ آخر اپنا سا منہ لئے ہوئے۔ چھپتا چھپاتا۔ آنکھہ بچاتا اودہر سے

تو چلدیا۔ اللہ نے جان بچالی۔ عزت آبرو رکھ لی۔ اس حالت مین بھی اوس کا شکریہ ادا کیا۔ اور ایک دوسرے طرف کا رخ کیا۔ لمبے لمبے قدم اُٹھاے جہان بزم شعراے گرم تھی۔ وہان پہونچا۔ اچھا مجمع پایا۔ لوگون نے نہین معلوم کس خیال اور کس بنیاد پر۔ مضطر کی عزت کی۔ اونچی جگہ بٹھایا۔ مشاعرہ تو پہلے ہی سے شروع تہا۔ باری باری سے لوگ غزلخوانیان کر رہے تھے۔ مضطر کی نوبت پر۔ شمع کافوری آئی!۔

مضطر اس کوچہ سے بہی بالکل نابلد تہا۔ کبھی کبھی۔ گاہے گاہے اتفاق بہی ہوا تو ایسا کہ گویا کچھ ہی نہ تہا۔ آخر گہبرایا۔ جسم سارا سرد۔ چہرہ زرد۔ تصویر کہو۔ بُت کہو۔ جو کہو۔ وہ بنگیا۔ حس وحرکت باطل۔ خون خشک!

خیر گذری۔ کہ مجمع نے جانا۔ مبتدی ہے۔ پہلے پہل مشاعرے مین آیا ہے۔ کبہی غزل پڑہی نہین۔ شرم غالب ہے۔ اسکو جرات دلاو۔ دل بڑہاو۔ چنانچہ اپنی اپنی محبت۔ اور شفقت۔ سے ہمت دلائی۔ دل بڑہایا۔ دوست احباب نے بہی ہان مین ہان ملائی۔ سہارہ لیا۔ بدن مین حرارت دوڑی۔ عرق آنے لگا۔ جس نے کیوڑے کا کام کیا۔ کسیقدر ہوش وحواس درست ہوئے چہرہ کا پسینہ پونچھ۔ دوزانو ہو۔ مودب بیٹھ۔ جیب سے کاغذ نکال۔ جو کچھ۔

جیسا تھا۔ وہ سنانا شروع کیا۔ کیا خوب ہے؟

پھر کہیئے۔ پھر فرمایئے کی آوازین آنے لگین۔ جسکا جیسا مذاق تھا۔ جو جیسا رنگا ہوا تھا۔ اوس نے ویسے ہی مضامین۔ اور جذبات پسند کئے۔ پیٹ بھر کے داد دی۔

بعض احباب نے اصرار کیا کہ۔ اے مضطر ہم تمکو ایسا نہ جانتے تھے کہ تم ایسا کہتے ہو۔ اور خوب کہتے ہو۔ تم نے اسوقت تک جو کچھ لکھا ہے کہا ہے رطب و یابس جمع ہے۔ اوسکو طبع کرادو تاکہ دوسرے سخن فہم سخن سنج کو موجب سیر ہو۔ دور دراز کے رہنے والوں۔ اور احباب کو تحفہ۔ پوٹ کا پوٹ باندھے باندھے۔ لادے لادے پھرنے سے فائدہ کیا؟

مضطر اس کٹھن۔ اور دشوار گذار منزل۔ کا بھی مسافر نہ نکلا۔ کیونکہ نہ اس لائق کلام اور نہ اس قدر سرمایہ۔ اودھر اودھر کی باتون مین ٹالتا ٹوٹتا رہا۔ مگر بے تکلف دوست ہوتے ہین غضب کے۔ نہ مانے۔ ضد کی۔ اور بغیر حامی بھروائے وعدہ لئے پیچھا نہ چھوڑا۔ مجبور کیا۔ مجبور ہوا۔ کچھ نہ کچھ سمیٹا کر کے مطبع کے حوالے کرنا پڑا۔

مضطر خود سمجھتا ہے کہ جسطرح نثر مین عاری ہے۔ اوسی طرح نظم مین بھی

عجز ہے۔ صرف احباب کے دل بڑہانے۔ اور اصرار کرنے سے اور۔ نیز۔ عالیجناب۔ مولانا سیدنا۔ صوفی۔ صافی۔ حاجی۔ شاہ۔ محمد عبد الرحیم صاحب۔ مختار۔ ریاست پالونچہ۔

وعالیجناب۔ معلی القاب۔ مولانا۔ مولوی۔ حاجی۔ محمد خواجہ ابراہیم صاحب برادر صاحب ممدوح۔ نے۔ زبان۔ فیض ترجمان۔ سے۔ ارشاد فرمایا۔

کہ اس دیوان فیض عنوان یعنی درتاج سخن کو طبع کرانے مین ہم بخوبی سعی وکوشش فرماینگے۔

چونکہ صاحبان موصوف۔ نے قدردانی فرماکر امداد فرمانے کا وعدہ ہی نہین فرمایا بلکہ فوراً ہی

جناب منشی عبد الحمید صاحب مطبع شمسی بازار شیدی عنبر حیدرآباد دکن کو اپنی عنایت بے غایت سے طلب فرماکر رقم طبع کرانے کے واسطے مرحمت فرمادی ناچار جو اسوقت تک۔ اُلٹا۔ سیدھا۔ کہا ہوا جمع تہا۔ وہ اس عالم۔ مسافرت اور بے نوای۔ کا تحفہ۔ حقیر۔ ہدیہ۔ سمجھ کر۔ پیش کرتا ہے۔ ؎

گر قبول افتد زہے عز وشرف　　　برگ سبز است تحفہ درویش

سمجھ کر قبول کیا جائے۔ تو باعث عزت اور حوصلہ افزائی ہے۔

انسان غلطی۔ بہول۔ چوک۔ سے خالی نہین ہے۔ پس اوس سے معافی دیجائے کہ یہی طریقہ ارباب علم وہنر ہے!

وما علینا الا البلاغ

محررہ

عاجز ازلی سید محمد علی المتخلص مضطر حال وارد حیدرآباد دکن

متصل فیلخانہ محلہ توپ چارہ

مورخہ ۲۷ شوال سنہ ۱۳۲۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ردیف الف

وحدت سے بنکے کثرت چمکا ہے نور تیرا
حیران بنا رہا ہے سب کو ظہور تیرا

ایمن کا ذرّہ ذرّہ خورشید معرفت ہے
دیکھا ہے جب سے جلوہ بالائے طور تیرا

ہے قوت ذکر تیرا جن و بشر ملک کا
سب جیتے ہین نام لیکر وحش و طیور تیرا

میری رگ گلو سے ہر چند تو ہے نزدیک
ہے شاق مجکو رہنا اتنا بھی دور تیرا

خوبان ہر دو عالم کیونکر نہ سرنگون ہون
جھکوا رہا ہے گردن سب سے غرور تیرا

وصل و فراق کیسا جب دل مین تو بسا ہی
حاصل ہے مجھکو ہر دم قرب و حضور تیرا

برقِ جمال سے کیون موسیٰ کو غش نہ آتا ۔ شامل جلال بہی تہا اوسمین ضرور تیرا
پہاڑین لباس اپنا گل کی طرح متقرر ۔ جلوہ جو دیکہہ پائین غلمان وحور تیرا

مضطر جمال اوسکا ہر سمت جلوہ گر ہے
آنکہین کہلین نہ تیری یہہ ہے قصور تیرا

نعت سرور کائنات

رتبہ ہے وہ جنابِ رسول کریم کا ۔ کفش حضور تاج ہے عرش عظیم کا
دیکہا وہان جمال خداے کریم کا ۔ پہنچے نہ مرغ وہم جہان پر کلیم کا
احد مین اور احمد مین سر مو نہین ہو فرق ۔ یہہ ظاہری نگاہ مین پردہ ہے میم کا
سمجہون نہ کیون مین دید نبی کو خدا کی دید ۔ ذات آپکی ظہور ہے نور قدیم کا
جسکو نصیب صحبت سلطان دین ہوئی ۔ پایا ہے اوس نے قرب خداے کریم کا
برتاؤ کیا ہی کافر و دیندار سے کیا ۔ شاہد خدا ہے آپکی خلق عظیم کا
پہنچا ضرور منزل مقصود تک وہی ۔ پیرو ہوا جو دل سے رسول کریم کا
رکہے جو صدق دل سے محبت حضور کی ۔ مالک وہی ہے قصر بہشت ونعیم کا

مضطر جو دین مین شہ والا کے آگیا
اوسکو ملا سراغ رہ مستقیم کا

مدح غوث پاک

مداح ہون مین حضرت پیران پیر کا
میرا سخن عدو کو ہے پیکان تیر کا

عاشق بنایا ہمکو شہ دستگیر کا
احسان لاکھ لاکھ ہے رب قدیر کا

وہ کیون نہ سیر عالم بالا کیا کرے
جو ہو مرید آپسے روشن ضمیر کا

جیسے رسول ہین مجھے ویسے ہی آپ ہین
دونون ہین ایک۔ فرق ہی شاہ و وزیر کا

اپنی نظیر آپ ہین دونون جہان مین
کوئی نہین نظیر شہ بے نظیر کا

لب جس سے بند ہوتی ہین ملتا ہی ذایقہ
شیرین وہ نام پاک ہے پیران پیر کا

قائل رسول کا ہی نہوگا وہ روسیاہ
منکر سدا رہا ہے جو پیر و فقیر کا

یہ انتظار ہے شہ والا طلب کرین
مین منتظر نہین ہون کسی راہگیر کا

شاہ و گدا کے ایک مراتب ہین عشق مین
طرہ کچھ اس جگہ نہین چلتا امیر کا

یا غوث تیرے در کے گدا سے ہو ہمسری
یہہ حوصلہ کہان کسی شاہ و وزیر کا

ادنی ہو یا ہو اعلی البتہ جسکو دیکھیے
سو جان سے ہے فریفتہ پیران پیر کا

مضطر غریب ہی ہے تو سمجھو نہ تم حقیر
پوتا ہے وہ غریب جناب امیر کا

مدح محبوب العاشقین

شہ مشتاق احمد کیون نہ ہو سلطان طریقت کا
کہ جان و دل سے عاشق ہی شہنشاہ شریعت کا

نہین ہے جسم اطہر نور ہے انوار وحدت کا
کہان ہے روئے انور آئینہ ہے حق کی رویت کا

ترا نام مبارک جو زبان پر ورد رکھتا ہے
وہ کب محتاج ہے تعویذ کا نقش و عزیمت کا

سراپا جسکا ہو کشاف حسن لمیزل یکسر
نہ سمجھون کس طرح مین اوسکو پتلا نور وحدت کا

تجھے شبیر و شبر کے خصائل حق نے بخشے ہین
نمونہ تو ہے بیشک مرتضی کی شان و شوکت کا

جنید وقت شبلئے زمان کہئے تو شایان ہے
کہ خالق نے کیا حاکم تجھے ملک ولایت کا

تری ذات مقدس وہ ہی جسکو فرط الفت سے
شہنشاہ رسالت نے دیا خلعت ولایت کا

عجب جلوہ نظر آیا ہے مجھہ کو تیری صورت مین
بیان مین کر نہین سکتا مقید ہون شریعت کا

مٹایا کفر کی ظلمت کو یکسر نور ایمان سے
رخ تابان ترا خورشید ہے برج ہدایت کا

جسے دیکھا توجہ سے دل اوسکا کر دیا روشن
نظر تیری نہین مصقل ہے زنگار کدورت کا

ہوا اکدم مین ظاہر جو زبان سے تو نے فرمایا
دل صافی ترا محرم ہے اسرار مشیت کا

ملائک اپنی آنکھو نمین لگاتے ہین محبت سے
تری خاک قدم سرمہ ہے ارباب بصیرت کا

توکل پیر گزیدہ ہے جاہ و حشمت سے تنفر ہے
پسند خاطر عالی ہے اک گوشہ قناعت کا

خدا شاہد ہے دسلی کی طرح غش آگیا مجھکو
تری صورت مین دیکھا جبکہ جلوہ نور وحدت کا

تو شیخ وقت ہے تیری اطاعت بس عبادت ہے
ثمر جنت کا دیتا ہے شجر تیری محبت کا

طلب تیری ملاتی ہے خدا سے شک نہین اسمین
کہ ہے عشق مجازی نردبان بام حقیقت کا

محبت تیری ہے لاریب کنجی باغ جنت کی
عداوت تیری ہے باعث جہنم کی عقوبت کا

اگرچہ شامت اعمال نے گھیرے کیا ہے گھر
مگر یہ فخر کیا کم ہے کہ ہم چیلہ ہون حضرت کا

تمنا ہے حضوری مین رہون آٹھون پہر حاضر
بجا لاؤن مین جان و دل سے عہدہ تیری خدمت کا

مُحبت جس کے دلمین کچھ بھی ہے مشتاق احمدؐ کی
وہ بیشک مستحق مضطر ہے احمدؐ کی شفاعت کا

مرا دل ہے جلوخانہ میان مشتاق احمد کا
ہوا ہون جب سے دیوانہ میان مشتاق احمد کا

اٹھو رندو چلو جلدی مئی عرفان ہی پی دیکھو
کھلا ہے آج میخانہ میان مشتاق احمد کا

وہی شمع ہدایت ہین وہی نجم کرامت ہین
نہ کیون عالم ہو پروانہ میان مشتاق احمد کا

جہان حور و ملک جن و بشر رہتے ہین خدمت کو
وہ ہے دربار شاہانہ میان مشتاق احمد کا

تعشق غائبانہ ہوگیا ہے اوسکو حضرت سے
سنا ہے جس نے افسانہ میان مشتاق احمد کا

کوئی جنت کا طالب ہے کوئی حورونکا سائل ہے
ہمارا دل ہے دیوانہ میان مشتاق احمد کا

جسے دیکھو یہان ڈوبا ہوا ہے عشق مولا مین
یہ دیوانہ وہ مستانہ میان مشتاق احمد کا

رہا کرتا ہون بیخود ہوش کچھ مجھکو نہین مضطر

پیا ہے جب سے پیمانہ میان مشتاق احمد کا

فیض و کرم ہر اک پر محبوب عاشقین کا — ہے صورت پیمبر محبوب عاشقین کا
وہ کیون ڈرے کسی سے وہ کیون دبے کسی سے — ہوتا نہ جسکے سر پر محبوب عاشقین کا
ہاکر کہان کہان سے عالم نے فیض پایا — شہرہ جہان مین سنکر محبوب عاشقین کا
الیاس خضر کو بھی جو راستہ بتائے — واقف ہے ایسا رہبر محبوب عاشقین کا
ذات خدا مین ملکر قطرہ ہوا ہے دریا — ہو مجسے وصف کیونکر محبوب عاشقین کا
وہ کیون کسی کو اپنا حاجت روا بنائے — لطف و کرم ہو جسپر محبوب عاشقین کا
ہے ذات کبریا کا آئینہ مصفا۔ — وہ چہرہ منور محبوب عاشقین کا
مشتاق احمد اونکا عالم مین نام مشہور — اس سے خطاب پاکر محبوب عاشقین کا
بینا وہی ہین آنکھین دنیا مین آج جن کو — دیدار ہے میسر محبوب عاشقین۔ کا
مشرق سے تا بمغرب ڈہونڈا جہان مین ہمنے — پایا نہ کوئی ہمسر محبوب عاشقین کا

قربت نہ کیون ہو اوسکو اور کیون نہو حضوری
مضطر کے وہ ہین مضطر محبوب عاشقین کا

تیرے کوچہ مین بھی ہمنے ستمگر دیکھا — کوئی بیجان کوئی بسمل کوئی مضطر دیکھا۔
جبکہ اوس ماہ کا ہمنے رخ انور دیکھا — کیا کہین تجھسے کہ کیا کیا دل مضطر دیکھا

گالیان ہی مجھے دین تو نے ہزار دن اسپر
جب کبھی تیری طرف اے مہ انور دیکھا

آج مقتل مین ہر اک غیر کے چھکے چھوٹے
جب گلے پر مرے چلتے ہوئے خنجر دیکھا

دیکھو وہ خون رلائیگا تجھے برسون تک
جانب غیر جو تم نے کبھی ہنسکر دیکھا

وہ جو میت پہ مری آئے تو حسرت سے کہا
خاک دیکھا جو کسی نے تمہین مرکر دیکھا

ہم سنا کرتے تھے تجھکو کہ تو اہل دل ہے
دل کے بدلے ترے سینہ مین تو پتھر دیکھا

مجھسے کرتے ہین وہ تاکید کہ پچھتاے گا
میری جانب جو کبھی آنکھ اٹھا کر دیکھا

اس گدا کو تو نہ دیکھو گے سوا اس در کے
مانگتے اور فقیرون ہی کو در در دیکھا

بدگمان کو یہ گمان گذرا کہ جیتا ہے ابھی
اس لیے ہاتھ مری نبض پہ رکھکر دیکھا

خود ہی کھینچے لیے جاتا ہے کسی کوچہ مین
شوق سے بڑھ کے نہ ہمنے کوئی رہبر دیکھا

قتل کر کے بھی نہ قاتل کو مرے رحم آیا
یون روانہ ہوا پیچھے بھی نہ مڑکر دیکھا

وعدے کے بعد ہے اس بات کی حیرت مجھکو
کونسی آنکھون سے دیکھا اوسے کیونکر دیکھا

ہوگئے سیکڑون وارفتہ ہزارون بیہوش
ناز سے اوس نے جدھر آنکھ اٹھا کر دیکھا

پا مین پازیب پہنی ہی غضب تھی ظالم
اوسپہ دو چار قدم ناز سے چلکر دیکھا

کوئی کیا اوس بت بے مہر سے رکھے امید
دوست دشمن کو سدا جس نے برابر دیکھا

ہم نہ کہتے تھے کہ ہے عشق سے مرنا بہتر
غیر سے تم نے بھی تو دلکو لگا کر دیکھا

ہے سیاحت مین بہی ہر جا مجہے مسند تکیہ
حاسدو تمنے مرا بخت سکندر دیکہا

اس زمانہ مین تو ایمان کی یہ ہے مضطر
اپنے اوستاد سا ہم نے نہ سخنور دیکہا

مسجد و دیر و کلیسا مین ہے جلوا تیرا
ہر جگہ نور سے ہے عالم مین ہویدا تیرا

دل ترا جان تری عاشق شیدا تیرا
سب کا سب تیرا ہے پہر کسلئے میرا تیرا

وہین مشتاق گرا صورت موسی تیرا
آنکہون کے سامنے جب آگیا جلوا تیرا

بات کرنی تو بڑی بات ہے اور وہ ہے اوسے
آنکہ اوٹہا کر بہی نہ دیکہے کبہی شیدا تیرا

چلدیے دونون ندامت کے سبب دنیا سے
نہ کہچا مانی و بہزاد سے نقشہ تیرا

سات پردون مین بہی تو ہو تو تجہے دیکہینگے
ہم نظر بازون سے بیکار ہے پردا تیرا

چشم محبوب ہے تو اور ملائے آنکہین
منہ نہ بن جائے کہین نرگس شہلا تیرا

تیرے سایہ مین بہی ہے طور کے شعلہ کی جہلک
ڈہلگیا نور کے سانچے مین سراپا تیرا

دل وہ بیکار ہے جسمین نہین الفت تیری
سر وہ بیکار ہے جسمین نہین سودا تیرا

پہر تو باقی رہے شاید ہی کوئی دنیا مین
قتل عشاق ہے جب کہیل تماشا تیرا

اپنے سجدہ کی جگہ اوسکو بنا لین عاشق
دیکہہ پائین جو کہین نقش کف پا تیرا

کہین آنیکا رہا ہون نہ کہین جانے کا
جب سے پابند ہون اے زلف چلیپا تیرا

زاہد و شیخ و برہمن بہی ہین تیرے مفتون
وہ بنایا ہے خدا نے رخ زیبا تیرا

دیکھے دل اوسکو کبہی ذکر نہ کرنا مضطر
ہین وہ اوچہے جو کیا کرتے ہین میرا تیرا

یہ مدت سے دل مبتلا ہے کسی کا
یہ کمبخت عشق اک بلا ہے کسی کا

کسی کا ہو سر اور کسی کا ہو زانو
دم نزع یہ مدعا ہے کسی کا

نگاہون کی شوخی یہ خود کہہ رہی ہے
ابہی آپ نے دل لیا ہے کسی کا

جو لکہا تہا تقدیر مین پیش آیا
زبان پر مری کب گلا ہے کسی کا

اُبہارے ہوئے سینہ پہرتا ہے بیباک
یہ انداز بیشک نیا ہے کسی کا

کبابون کے جلنے کی بو آرہی ہے
مگر ہجر مین دل جلا ہے کسی کا

جو وہ ترک کرتا ہے بات تو کر دے
وہ کیا اے عزیزو خدا ہے کسی کا

مری قبر پر وہ یہ ہنستے ہوے بولے
فقط اب نشان یہ رہا ہے کسی کا

اسے لطف کہتے ہین اے حضرت دل
یہ ظلم و ستم سب بجا ہے کسی کا

بتا دو رنہ مضطر طبیعت ہے کس پر
یہہ راز آجتک کیا چہپا ہے کسی کا

قتل کرنے کو مجہے جب وہ ستمگر آیا
اوسکا انداز بھی کہینچے ہوئے خنجر آیا

یاد نے اوس کی زمانے کو بھلایا مجھ سے
لیکن اِس بات کا اوس بت کو نہ باور آیا

دیکھکر مجھکو وہ محفل مین عدو سے بولے
اِسکو غیرت نہین پھر آج مرے گھر آیا

سر قلم کرکے مین خود نذر کرونگا اپنا
کھینچکر آج وہ شمشیر جو باہر آیا

میرے قاصد سے غضبناک وہ ہوکر بولے
کیا ترا کام تھا تو کس لئے یان پر آیا

نام تک بھی ترا بھولے سے نہ لونگا ظالم
کبھی قابو مین جو میرا دل مضطر آیا

شکر ہے آج مرے دلکی بر آئی امید
بے بلائے مرے گھر آپ وہ دلبر آیا

مین تصدق ترے اے موہنی صورت والے
سچ تو کہہ کس لئے تو آج مکدر آیا

آرزو نکلیگی ہو جائے گا دیدار اوسکا
گر وہ تقدیر سے مضطر سر محشر آیا

ضعف سے عاشق ترا کل اسقدر ناچار تھا
سانس کا لینا ترے سر کی قسم دشوار تھا

کیا نزاکت ہے کہ اِس سے ہی لچکتی تھی کمر
جوئی کے پھولونکا جو اوسکے گلے مین ہار تھا

ہائے کس ناز و ادا سے شکوہ وہ کہنے لگے
ہمنے پورا کر دیا جو آپ سے اقرار تھا

سچ بتا نامہ بر نے جو کہ کل لا کر دیا
خط کسی کا تھا مری جان یا کہ وہ اخبار تھا

دو ہی دشمن وہ بھی جیکہ لینگے جو ہمین مرنے دے
وہ بھی اونکو ہو گیا ہے جو مجھے آزار تھا

قطعہ

ایک بوسہ کی طلب پر اب ہین سو سو گالیان
کیا ہی برتاؤ مجھسے پہلے بہی اے یار تہا

وہ زمانہ بہی تو اپنا یاد کر لیجے ذرا
ہونٹکے کرتے ہی مرے آگے گل رخسار تہا

اب ہنرمندونکو بہی عنقا ہے کیسا روزگار
اک زمانہ مین ہر اک بیکار بہی باکار تہا

اب وہی سو گالیان آکر سناتے ہین مجھے
بات کرنے مین جنہین مجھسے کبھی انکار تہا

شہر دہلی ہو گیا ویرانے سے بہی اب سوا
عہد مین شاہ جہان کے کسقدر گلزار تہا

قطعہ

دوست دشمن تھے نہ تہے لیکن ہمارا باوفا
غم غلط کرنے کو ظالم یہ دل بیمار تھا۔

کیا خدا جانے پڑہایا آنکے ہی تونے سبق
یہہ بہی تیرا ہو گیا جو ایک اپنا یار تہا

جسکے نالون نے تمہین شب بہر نہ کل سونے دیا
وہ تمہارا مبتلا **مضطر** پس دیوار تہا

ہمارے آپکے باہم وفا کا عہد و پیمان تہا
کہا مینے جو اوس بت سے وہ خود اس پر پشیمان تہا

رسائی غیر ممکن تہی گئے واپس چلے آئے
جو دیکہا بزم جانان مین ہر اک اوسکا نگہبان تہا

نہ پہونچا در پہ اوس بت کے جو قربان نقد جان کرتا
مرے دلمین یہ مدت سے خدایا اک ارمان تہا

تمنائے شہادت بہی مری تمنے نہ کی پوری
یہی اک دلکی حسرت تہی یہی اک دلکا ارمان تہا

ہزارون غنچۂ رو آکے بسجاتے تہے اس دلمین

ہمارا دل بھی اے مضطر کبھی رشکِ گلستاں تھا

کس لئے پردہ نشین غیر سے پردا نہ کیا
پاس کچھ عزت و حرمت کا بھی اصلا نہ کیا

اور کس کس کا بھلا آپنے کہنا نہ کیا
سارے عالم کا کیا ایک ہمارا نہ کیا

خود خدا کہتا ہے پھر میری حقیقت کیا ہے
تیری مانند کوئی دوسرا پیدا نہ کیا

اپنے پیارے کا ہے پیارا یہ سمجھکر لوس پر
اقربا نے بھی مرے خونکا دعوی نہ کیا

میرے کہنے سے کیا قتل کہ اوسکے ۔ مجھکو
میرا چاہا کیا یہ ۔ تجہ کا چاہا نہ کیا

ایسی کیوں وعدہ خلافی پہ کمر باندہی ہے
وعدہ کرکے جو کبھی آپنے پورا نہ کیا

ایک بیمار محبت پہ ستم کے حق بین
تم نے کیا کیا نہ کیا غیر نے کیا کیا نہ کیا

کشتۂ ناز کو ٹھکرا کے یوں ہی چھوڑ دیا ۔
کیسے پھر آپ مسیحا ہین جو زندہ نہ کیا

سن کے شاید نہ دہل جائے کہین دل اونکا
اسلئے ہجر مین ہمنے کبھی نالا نہ کیا

چھوڑ کر ہمکو جو اغیار کے بن بیٹھے ہو ۔
دیکھو پچھتاؤ گے یہ تمنے کچھ اچھا نہ کیا

نخلِ الفت کا ثمر تھا مرا رسوا کرنا ۔
مین تو خود کہتا ہون یہ آپنے بیجا نہ کیا

اتنی سی بات پہ راندا گیا شیطان لعین
خاک کو حضرت آدم کی جو سجدہ نہ کیا

وہ اور اس فعل سے باز آتے بھلا اے مضطر
اپنی رسوائی تھی اسواسطے رسوا نہ کیا

جب سے ہے عشق مجھے اوس بت ہرجائی کا — پاس عزت ہے نہ کچھ خوف ہے رسوائی کا
آنکھین پھر قدمون کے نیچے نہ بچھائی کیونکر — آپ پر پیار ہے جب آپکے شیدائی کا
تمغۂ عشق سمجھتا ہون مین بدنامی کو — کوئی سمجھا کرے ٹیکا اسے رسوائی کا
کبھی مجھسے کبھی تم سے کبھی اون سے جو ملے — کون پیچھا کرے ایسے بت ہرجائی کا
آپ تو کیا ہین جو پتھر ہو تو پانی بنجائے — حال کہدون اگر اپنی شب تنہائی کا
ایک مردہ کو بھی زندہ تو نہ کرتے دیکھا — کس لئے بھرتے ہین دم پھر وہ مسیحائی کا
وصل کی رات ہے اغیار سے خالی ہی مکان — بے حجابانہ ملو وقت ہے تنہائی کا
مجھکو ڈر ہے کہ تمناؤن کے ہمراہ کہین — میر بجان خون نہ ہوجائے تمنائی کا
سر پہ ہے خاک پڑی پا مین ہین خار صحرا — اور ہے چاک گریبان ترے سودائی کا
وقت مردن ترا زانون مرا سر ہو پیارے — یہی مدت سے ہے ارمان ترے شیدائی کا
ہمنے مانا کہ حسین تم سا نہین ہے لیکن — اپنے منہ سے تو نہ دعوی کرو یکتائی کا
جلوہ افروز سر بام ادسے دیکھ کے کل — کیسا دل شاد تھا ہر ایک تماشائی کا
میر بجان آپ کہرا کھوٹا پرکھلے انسان — مادہ گرچہ ہو انسان مین دانائی کا
غیر ہرگز بھی وہان سے نہ نکالا جاتا — اوسپہ یہ صبر پڑا میری شکیبائی کا

دو دو باتین کرے محفل مین ابھی مضطر سے

گرچہ دعویٰ ہے بہت غیر کو گویائی کا

ترا بیمار الفت تجھسے اچھا ہو نہین سکتا
مسیحا اور کیا ہوگا حبیب اتنا ہو نہین سکتا

عدو کے دام مکاری مین وہ ایسے مقید ہین
ہمارے پاس بہی اب اونکا آنا ہو نہین سکتا

یہ وہ بیمار ہے تیرا اگر چرخ چہارم سے
مسیحا بہی اوتر آئین تو اچھا ہو نہین سکتا

کیا تہا عمر بہر مین صرف اک بوسہ طلب ہمنے
وہ اس پر بہی لگے کہنے کہ ایسا ہو نہین سکتا

بلا سے اوسکی کوئی حور ہو یا ہو پری کوئی
کسی پر یہہ ترا شیدا تو شیدا ہو نہین سکتا

اطبا دیکہکر مجہکو یہ حسرت سے لگے کہنے
یہ بیمار محبت ہم سے اچھا ہو نہین سکتا۔

حسینان جہان سارے خریدار یکے خواہان ہین
ہمارے دل کا اس جہگڑے مین سودا ہو نہین سکتا

دم آخر طلب کرتا ہے یون وہ فتنہ گر مجہکو
یہ سوچا ہے کہ اب تو اوسکا آنا ہو نہین سکتا

ہمین چاہے زمانہ چہوڑ دے اس ضد مین اے مضطر
ہم اونکو چہوڑ دین ہم سے تو ایسا ہو نہین سکتا

سمجھ لین نہ کیون ہم اشارا تمہارا
ہوا ایک دل جب ہمارا تمہارا

جسے پیار کرتے تہے پیارا سمجہکر
پہرے دربدر اب وہ پیارا تمہارا

ملین جس سے جی چاہے وہ حضرت دل
بہلا اس مین کیا ہے اجارا تمہارا

فقط حسن اور عشق نے ملکے باہم
کیا راز افشا ہمارا تمہارا

فدا ہو کے مرجائے تم پر سے عاشق
اگر پائے کچھ بہی اشارا تمہارا

مین سو جان سے اس سادہ لوحی پہ قربان
جو دشمن ہمارا وہ پیارا تمہارا

گرین راہ مین سیکڑون مثلِ موسی۔
لب بام گر ہو نظارا تمہارا

ہزارین نہین کہدو نہین لاکہو نہین کہدون
کہ بردہ ہون صاحب تمہارا تمہارا

کہین جائین دنیا مین ہم ہین تمہارے
ہمین ہر جگہ ہے سہارا تمہارا

بلا کس کا جگر ہے یہ کس کی نظر ہے
کرے کوئی آکر نظارا تمہارا

وہ کل آکے کہنے لگے مجہسے **مضطر**
مبارک ہو تم کو یہ پیارا تمہارا

کسکے خنجر کا مزہ آج مجہے یاد آیا
ٹکڑے ہوکر جو فقرہ پہر دل ناشاد آیا

بعد مدت مرے گہر مین وہ پری زاد آیا
جو مجہے بہول گیا تہا مین اوسے یاد آیا

شکر صد شکر دعائین مری مقبول ہوئین
اوسکی محفل سے عدو مضطر و ناشاد آیا

تہا اشارہ تری ابرو کا ستمگر کافی۔
کس لئے باندہ کے تو خنجر فولاد آیا

آہ وہ پہلی سی وحشت مجہے پہر ہونے لگی
آہ پہر بیٹھے بٹھائے مجہے وہ یاد آیا

اوٹھہ کہڑا ہوگا ہر اک دادرسی کو اپنی
گر دم حشر مین لیکر تری فریاد آیا

کل جو اصلاح لیا کرتا تہا مجہسے **مضطر**

آج وہ بن کے مرے سامنے اوستاد آیا

عطا مجکو ہوا روزِ ازل سے عشق جانان کا
یہ میرے ساتہ جائے گا یہ ساتہی ہی مری جان کا

اوسے پہر عشق شاید ہو گیا زلفِ پریشان کا
ترے وحشی نے پہر رستہ لیا کوہ و بیابان کا

جلا کر خاک و خاکستر کیا دشت و بیابان کو
گرا آنسو زمین پر جو ہماری چشم سوزان کا

یقین ہے اب کسی عنوان دو نو نکو نہ چہوڑیگا
وہ کافر ہو گیا دشمن ہمارے دین و ایمان کا

لگاؤ تو بہلا دیکہین کہ تیر انداز کیسے ہو
جہان پیوستہ پہلے ہے تمہارا تیر مژگان کا

نہ مانی ایک میری اوس پری پیکر نے صد افسوس
ہین اوسکو واسطے دیتا رہا تختِ سلیمان کا

وہ بد قسمت ہین جو جاتے ہین تنہا کنجِ مرقد مین
ہمارے ساتہ تو جائیگا مجمع یاس و حرمان کا

نہ رکہا اوس بتِ کافر نے قایم ایک کا ایمان
یہودی کا نصارا کا برہمن کا مسلمان کا

مری میت پہ رونیکو نہ وہ عیار بیٹہا تہا
دکہانے کیلئے عالم کو اوس نے اپنا منہ ڈہانکا

وہ ڈوبا چاہ مین ایسا نہ نکلا آجتک ہرگز
ہوا تہا عشق جسکو آپکی چاہِ زنخدان کا

ہمارا یہ دلِ مشتاق کسکا عشق رکہتا ہے
ادا کا ناز کا انداز کا شوخئ جانان کا

خدا جانے مسیحا تمکو کیونکر لوگ کہتے ہین
نہ پوچہا حال تک آکر کبہی بیمارِ ہجران کا

خدا نے اسلئے پیدا کیا آدم سے حوا کو
شریکِ حال رہنا چاہیئے انسانکو انسان کا

گئے ہین جان پر جب کہیل کر اپنی تو پہونچے ہین
نہ مانا ایک کا کہنا نہ دشمن کا نہ دربان کا

خرام ناز کی مشاقیان دن رات ہوتی ہین
پتہ ملتا نہین دنیا مین اب گور غریبان کا

گیا ہون عشق کے کوچہ مین جبدن سے مین اے ناصح
کہلا رہتا ہے میرے سامنے اک باب غفران کا

گلستان مین بہت رہتا ہے پیچ وتاب سنبل کو
مری جان دیکھکر پیچ پیچ تیری زلف پیچان کا

تمہارا تو مری جان بچپنے سے کام ہی یہ ہے
یہان پہونچے وہان پہونچے یہان تاکا وہان جہانکا

یہ کیا طرز سخن اوستاد کی **مضطر** اوڑائی ہے
پہر اپہرا ایک مصرعہ مین جو مضمون ایک دیوانکا

گر سینہ مین میرے دل مضطر بہی نہ ہوتا
مین آکے کہڑا آپ کے در پر بہی نہ ہوتا

کافی تہی مرے قتل کو شمشیر ادا ہی۔
تہی موت ترے پاس جو خنجر بہی نہ ہوتا

اے جان جہان آج اگر آپ نہ آتے
تو زندہ یہان عاشق مضطر بہی نہ ہوتا

گر بوئے وفا نام کو بہی ہوتی تو پیارے
دل میری طرف سے ترا پتہر بہی نہ ہوتا

ہوتا نہ اگر اسمین ترے عشق کا سودا
واللہ مرے تن پہ مرا سر بہی نہ ہوتا

گر آپ قدم رنجہ نہ فرماتے تو واللہ
آباد یہ ویرانہ مرا گہر بہی نہ ہوتا

ہوتا کوئی مجہسا جو نہ مظلوم جہان مین
پہر تہا یہ یقین مجہکو کہ محشر بہی نہ ہوتا

گر آپکا یون حکم نہ ہوتا تو عدو آج
اسطرح سر راہ مرے سر بہی نہ ہوتا

عالم نہین فاضل نہین جب آپکا **مضطر**

شاعر بہی نہ ہوتا وہ سخنور بہی نہ ہوتا

بدلے بہیں ناصح نامہ بر کا
بشر سے کام چلتا ہے بشر کا

دم آخر تو آکر لطف دیکھو
کسی کی حسرت آلودہ نظر کا

بہانہ تہا اُنہیں خونِ تمنا
بہانہ وصل مین تہا درد سر کا

سینہ نامہ مٹا رحمت سے اوسکی
گرا قطرہ جو اشکِ چشمِ تر کا

دلِ مضطر لیا ہے جان بہی لو
اُٹہائے کون غم آٹھون پہر کا

مدعا خاک نہ نکلا دلِ مضطر تیرا
نہ ہوا جان بہی لیکر وہ ستمگر تیرا

کبہی چلمن ہی سے دیکھون رخِ انور تیرا
پردے پردے مین ہو دیدار میسر تیرا

نہ سہی لطف ستم تو ہے ستمگر تیرا
یہہ بہی احسان ہے اک قسم کا ہمپر تیرا

بہول کر نام نہ لیتا وہ ستمگر تیرا
عشق کی وجہ سے مجبور ہے مضطر تیرا

مجکو ڈر ہے کوئی مظلوم نہ کہہ بیٹھے کچھ
کہل نہ جائے کہین عقدہ محشر تیرا

جمع احباب بہی ہین ابر بہی ہے اے ساقی
[illegible] گردش ہی مین شب بہر رہے ساغر تیرا

شغلہ ہے ترے وحشی کا یہی آٹھ پہر
تو تصور مین ہے اور نام ہے لب پر تیرا

آئی تسکین کو تصویرِ خیالی تیری
ہم نے جب نام لیا ہجر مین دلبر تیرا

اے شہِ حسن ترے حسن کی کہتا ہون قسم
حسن والون مین نہین ہے کوئی ہمسر تیرا

مجکو اورون سے غرض کیا ہے مجھے واسطہ کیا
میری جانب سے تو دل ہوگیا پتھر تیرا

ایک دل ہے تو وہ ہر وقت ہی بیمار و حزین
دوسرا ہو جو مرے پاس تو دلبر تیرا

تیغ دشمن سے مرے سر کو اُتارا تو نے
ظلم پر ظلم ہوا ہائے ستمگر تیرا

دیکھکر صاف مرے آئینہ رو کی صورت
آئینہ ہوگیا سکتہ مین سکندر تیرا

اے عدو عشق مین کیا ہو مجھے آرام نصیب
میری قسمت نہین جیسا ہے مقدر تیرا

جو پھنسا اس مین کسی طرح نہ نکلا تا زیست
پیچ وہ پیچ ہے اے زلفِ معنبر تیرا

ظلم کرنے کو محبت سے بلاتا ہے تو
دن پھرے میرے جو یہ لطف ہی مجھپر تیرا

بعد مرنے کے بھی احباب کرینگے یہین دفن
یار مرکر بھی نہ چھوڑینگے کبھی در تیرا

قیس و لیلیٰ کو تو اسوقت ہین سب بھول گئے
تذکرہ میرا ہے یا ذکر ہے گھر گھر تیرا

ہاتھ دھوکے تو عبث پیچھے پڑا ہے ابدل
شرط بدتے ہین جو ہو جائے وہ دلبر تیرا

ہمسے انداز کسی شوخ کے یہ کہتے ہین
لے گیا دل وہی محفل سے چُراکر تیرا

دے چکے ہین تجھے ہم خانۂ دل مدت سے
رہے آباد کہ ویران یہ ہے گھر تیرا

مدعی اور سرِ بزم کرے طعن کی بات
پا یا جاتا ہے فتور اسمین سراسر تیرا

بل مقدر کا شبِ غم کا مری طول و رنگ
کچھ ترے پاس نہین کاکلِ دلبر تیرا

ساقیا خیر تری اور ترے میخوارونکی
ہم فقیرون کو ملے جہوٹا ہی ساغر تیرا

تجکو کیا شاد رہے یا کوئی ناشاد رہے
تو نہ چوک اوس سے جو ہے کام ستمگر تیرا

بدگمان کان مین اک بات فقط کہنی ہے
بوسہ گر لین تو ہے قرآن کی جا سر تیرا

داد دی آج معزز شعرا نے تجہکو
جمگیا رنگ نہ جمنے پہ بہی **مضطر** تیرا

آرام مین ہے وصل کی شب یار کسی کا
سوتا ہے مگر طالع بیدار کسی کا

پہرتی ہے نظر مین نگہ مست کی شوخی
مدہوش کسی کا ہون نہ ہشیار کسی کا

بیچارے کو دشوار ہے بستر ہی سے اٹہنا
دنیا سے بہی اٹہے گا نہ بیمار کسی کا

تم چاہو تو آسان نہ چاہو تو ہے مشکل
ناخن مین ہے ہر عقدۂ دشوار کسی کا

اے مرگ شب غم ترا اللہ نگہبان
پہچان مین آتا نہین بیمار کسی کا

مضطر مری حیرت ہے تماشہ سر محفل
منہ دیکہہ رہا ہون دم گفتار کسی کا

ہون بلا سے نکل نہین سکتا
یہہ مقدر بدل نہین سکتا۔

دل کا ارمان نکل نہین سکتا
مین ترے در سے ٹل نہین سکتا

نخل امید پہل نہین سکتا۔
ہائے بس اپنا چل نہین سکتا

جاؤن کسطرح اوس مسیحا تک
دو قدم بہی تو چل نہین سکتا

کہو یا جاتا ہون دیکہکر اوسکو
منہ سے شکوہ نکل نہین سکتا۔

بزم جانان مین دلکو اے ہمدم
کیا سنبہالون سنبہل نہین سکتا

ایک کی ایک تاڑتا ہے نظر
وان اشارہ بہی چل نہین سکتا

آسمان اون کا وہ ہمارے ہین
رنگ الفت بدل نہین سکتا

کائیان ہے وہ شوخ اے مضطر
فقرہ کچھ اوسپہ چل نہین سکتا۔

غیر کو پاس سے دم بہر بہی تو ٹلنے نہ دیا
دل کا ارمان ستمگر نے نکلنے نہ دیا

اوسکی محفل مین پہنچتا تو پہنچتا کیونکر
دو قدم بہی تو مجہے ضعف نے چلنے ندیا

وہ بھی شیدا ہے مری طرح تمہارے رُخکی
شمع کو بزم مین کسواسطے جلنے نہ دیا

حال کہُلتا نہین کیون دیتے ہو تقریر ہمین
منہ سے شکوہ بہی تو کچہہ ہمنے نکلنے ندیا

گالیون مین تری واللہ جو پائی لذت
لطف یہ ہمکو کبہی قند و عسل نے نہ دیا

ہائے کیا اے فلک پیر مین تجکو کوسون
نخل امید کبہی پہولنے پہلنے نہ دیا

کہہ کے لایا ہے اسیوقت جو تو اے مضطر
کچھ مزا آج ہمین تیری غزل نے نہ دیا

سامنے سے میرے اوسکا جب گذر ہونے لگا
عشق کے سودے سے مجھکو درد سر ہونے لگا

ہوگئی سب دور تاریکی اوجالا ہوگیا
جلوہ فرما جب وہ رشک قمر ہونے لگا

اپنے وعدہ پر الٰہی کیا نہین آئین گے وہ
خود بخود کیون آج دل زیر و زبر ہونے لگا

زلف کا سودا تھا پہلے اب ہے مژگان کی خلش
درد سر جاتا رہا درد جگر ہونے لگا

ہاتھ جاتا ہے گریبان تک جو اونکا بار بار
کیا مری وحشت کا کچھ اون پر اثر ہونے لگا

چلدیا یہہ کہکے آدہی رات سے وہ رشک ماہ
صبح صادق ہوگئی رخصت قمر ہونے لگا

کل ہی تو مجمع مین توبہ آپنے کی اور آج
ظلم ناحق پھر دل بیتاب پر ہونے لگا

میکدہ مین شیخ صاحب کا ہر اک تھا منتظر
اوسکے آتے ہی وہان پر شور و شر ہونے لگا

تیری امیدین بھی بر آئینگی اب **مضطر** تمام
یار تیرا بیخبر تھا با خبر ہونے لگا

مشورہ آج یہ ٹھیرا ہے جفا کارون کا
امتحان لیجیے کل اپنے وفادارونکا

وعدہ کرکے جو نہ آیا وہ بت رشک قمر
کام کرنے لگے سب ابتر گلنارونکا

وہ جو تنہا ملے کل بوسہ پہ بوسہ مین نے
لب شیرین کا لیا اور کبھی رخسارون کا

وہ پریزاد اب آیا ہے عیادت کیلئے
خاتمہ ہو ہی چکا عشق کے بیمارون کا

ایک ہی گھونٹ مین سب چھوڑ کے تقوا زاہد
معتقد ہوگیا کیون آج تو میخوارون کا

اپنی بیتی ہوئی کہتا ہون خدا شاہد ہے
کام کرنے لگے اب یار بھی عیّارون کا

کیون تصدق نہ ہون احمد پہ دل و جان مضطر
حشر کے روز وسیلہ ہے گنہگارون کا

میرے مرنے کا اونہین وہ غم رہا
مدتون تک اونکے گھر ماتم رہا

کیون نہین آتا الٰہی کیا ہوا
نامہ بر کمبخت جا کر جم رہا

اونکا آنچل بھی نہ دیکھا آجتک
دید کا مشتاق ہی عالم رہا

ہو گئے دو ٹوک جب بھی غم بہر
رشتۂ الفت مرا قایم رہا

کیا بتائین حال ہمدم وصل کا
لطف جو کچھ رات بھر باہم رہا

یاد کر کے اب مجھے کہتے ہین وہ
میرا جوگی ہاے کس جا رم رہا

ہو نا کہنے سے مضطر اور بھی
وہ بہت نا آشنا برہم رہا

ہمین کو سیکڑون دشنام بے خطا دینا
نہ جرم پر بھی کبھی غیر کو سزا دینا

گل کلام کو نزہت وہ اے خدا دینا
کہ بزم شعر مین رنگ سخن جما دینا

اسی کا نام دنیا ہے بڑے وفا والے
عدو کو پاس بٹھانا ہمین اوٹھا دینا

شب فراق جو اپنے خیال کو بھیجو
اوسے بھی شوخی و انداز تم سکھا دینا

اگرچہ ملنا ہے ہم سے تو غیر سے نہ ملین
یہ صاف صاف اونہین ہم نشین سنا دینا

ستاؤ جتنا ستانا ہے بے خطر ہو کر
نہین ہے کام فقیرون کا بد دعا دینا

جو اونکی ابروے پرخم کی بیٹنے کی تعریف
عدو سے بولے کہ خنجر ہمین ذرا دینا

سوال بوسہ پہ سائل کو گالیان دینی۔
نکالا میرے سخی نے ہے یہہ نیا دینا

تمام دوست بہی دشمن بہی داد دین مضطر
مشاعرہ مین وہ رنگ سخن جما دینا

لطف یہہ حاصل ہوا ہے مجھکو اب بیداد کا
ہر کسی سے پوچھتا پہرتا ہون گہر جلاد کا

کیا پتا تم پوچھتے ہو خانمان برباد کا
ایک مدت سے ہے گہر ویران مجھ ناشاد کا

کیا سناؤن حال تمکو اس دل ناشاد کا
مختصر یہہ ہے کہ دم باقی نہین فریاد کا

شاخ طوبی کب مقابل تیرے قد کے ہو سکے
آگے تیرے حوصلہ کیا سرو کا شمشاد کا

تم رہو گہر مین عدو کے مین رہون تمسے جدا
خوب سیکہا ہے طریقہ دور کی بیداد کا

ہر گہڑی بیتاب ہو نمین ہر گہڑی بیچین ہون
مجھکو یہ ثمرہ ملا ہے یار تیری یاد کا

عشق کیون تونے کیا پہر اے دل خانہ خراب
گر نہ تہا تجھکو تحمل یار کی بیداد کا

اب نہ خواہش مجھکو غلمانکی نہ جنت کی ہوس
جب سے ہین شیدا ہوا اک حور آدمزاد کا

دیکہہ لینا ایک دن چکر مین آجائیگا یہہ
میرے آگے حوصلہ کیا چرخ بے بنیاد کا

دم لبوں پر ہے ہمارا اب بھی ظالم تو نہ چوک
حوصلہ باقی نہ رہجائے کہین بیداد کا

کیا قصیدہ کیا رباعی کیا مخمس کیا غزل
جو مجھے آتا ہے مضطر صدقہ ہے اوستاد کا

اور کیا کیا نظر نہین آتا
اپنا پیارا نظر نہین آتا

غیر کا ہو چکا وہ حضرت دل
اب وہ اپنا نظر نہین آتا

جب سے دیکھا ہے اوس پریوش کو
کوئی اچھا نظر نہین آتا

عیش و عشرت کا اپنے پہلا سا
اب زمانہ نظر نہین آتا

گو وہ موجود ہے مرے دلمین
پھر بھی جلوہ نظر نہین آتا

پاؤن کو بھی چھوا تو وہ بولے
بے ادب کیا نظر نہین آتا

ہاے جاتا ہے روز غیر وہان
گذر اپنا نظر نہین آتا

جان دینے کو ہم تو بیٹھے ہین
لینے والا نظر نہین آتا

اوس نے وعدہ کیا ہے آنیکا
مجھکو آتا نظر نہین آتا

صرف بے جا کے کرنیوالونکو
نیک و بد کیا نظر نہین آتا

جو ہین بینا اونہین وہ اے مضطر
کونسی جا نظر نہین آتا

جو مین نے وصل کا لکھکر اوسے سوال دیا
جواب مین مرے اوس بت نے ہنسکے ٹال دیا

وہ اک نگاہ مین اپنے انعام کرتے ہین
الٰہی تونے بتون مین یہہ کیا کمال دیا

سدا ہمارے ہی کہنے کو ٹال دیتے ہو
سوال غیر کا سُنکر کبھی نہ ٹال دیا

عجیب چیز ہو واللہ ایک بوسہ کو
کہا جو ہمنے تو ہم صحبتون پہ ڈہال دیا

دغا سے چال سے پہلے تو لیلیا دل کو
پھر اوسکو باندہ کے زلفون مین تمنے ڈال دیا

لڑا کے آنکھہ مصیبت مین پہنس گئے افسوس
اس اچھی جان کو آفت مین ہمنے ڈال دیا

قسم ہے آپکے سر کی جواب کسی سے ملین
بتون نے حضرت مضطر بہت ملال دیا

کسی کے عشق مین دلکو تو اضطراب نہ تھا
ہزار درجہ ہم اچھے تھے جب شباب نہ تہا

اگر وہ پوچھتے کسنے کہا تہا دل دیجیے
تو اس کا پاس ہمارے کوئی جواب نہ تہا

ہمارے ساتھہ تو آکے کہیلتے تہے حسین
قلق تو یہ ہے کہ جب عالم شباب نہ تہا

وہان سے نامہ بہی آیا تو غیر مضمون کا
مرے سوال کا اوسمین کہین جواب نہ تہا

ہمارے واسطے شرم وحیا ہے دامنگیر
عدو کے ساتھہ تو کچھ بہی تمہین حجاب نہ تہا

کبھی یہہ دلی تہی آباد باکمالون سے
جہان مین کسی اوستاد کا جواب نہ تہا

ہوا ہے وصل تو جب سے غضب مین ہون مضطر

فراق مین تو مجھے ایسا اضطراب نہ تہا

نقاب رخ سے نہ للہ تم اوٹھا لینا
زمانے بھر کو نہ مفتون کہین بنا لینا

گرا گرا مین خدا کے لئے چلو جلدی
سنبہالنا مجھے اے ناز ادا لینا

ترا خیال ہی باقی ہے ایک اپنی پاس
خدا کے واسطے اوسکو نہ تو بلا لینا

یہہ کہدیا تہا مری روح نے مقدر سے
تمام چیزون مین ہے عشق کام کا لینا

یہہ گر نہ جائے کہین ہاتہ سے دل مضطر
سنبہال کر اسے اے جان من ذرا لینا

مجہہ پہ روشن ہے ہر اک حال جو آرا تیرا
مجہکو معلوم ہے ہر ایک اشارہ تیرا

جاتا ہی تہی مجہے چہوڑ کے تنہا ظالم
مجہکو باقی تہا فقط ایک سہارا تیرا

پہر نظر مین نہ کوئی اوسکے سمایا تا زیست
ہوگیا ہے جسے دیدار دل آرا تیرا

تن بیجا نمین جان آگئی میرے فوراً
جب کہا لوگون نے وہ آگیا پیارا تیرا

کسطرح چین اوسے آے تری فرقت مین
رات دن کرتا تہا جو شخص نظارا تیرا

یان نہ دے داد ترے ظلم وستم کی کوئی
ہوگا انصاف وہان خیر ہمارا تیرا

جاکے تو غیر کے گہر چین سے آرام کرے
کسطرح مجہکو ہو یہہ ظلم گوارا تیرا

جو ادا تجہہ مین ہی یہ اوسمین کہانسے آئی
نقش گو لاکہہ مصور نے اوتارا تیرا

دیکھے دل کیون نہ پڑین جان کے لالے مضطر
نہ رہا کوئی زمانے مین سہارا تیرا

عزیزون نے مرے چاہا جو اونسے خون بہا لینا
مری میت سے یہ آئی صدا اب اونسے کیا لینا

تری یہ کمسنی اللہ رے اور یہ تیرا دیدہ
ترا ہی کام ہے غیرونسے آنکھونکا لڑا لینا

مجھے ابرو ادا کی تیغ سے تم قتل کر ڈالو
صدائے قم باذنی کہکے پھر چاہے جلا لینا

مرے رونے پہ وہ سفاک یون ہنسکر لگا کہنے
تجھے یہ خوب آتا ہے فقط آنسو بہا لینا

مرے حال پریشان پر یہ کہتے ہین سب مضطر
ہماری رائے مین بہتر ہے اس سے زہر کھا لینا

جو یہ بناؤ ہوتا جو نہ یہ سنگار رہتا
مرے مرغ دل کا کیونکر مری جان شکار ہوتا

سر بزم اسطرح مین نہ ذلیل و خوار ہوتا
مرے کہنے مین جو میرا دل بیقرار رہتا

نہ زمین و چرخ ہوتے نہ یہ روزگار رہتا
مرے منہ سے گر برآمد کبھی اک شرار ہوتا

مرے ساتھ گر تعلق تجھے گلعذار رہتا
مرا اعتبار کرتا مرا اعتبار ہوتا

تجھے قدر عاشقون کی مری جان خوب ہوتی
ترا نیش غم سے سینہ جو کبھی فگار ہوتا

مری داستان پہ غم وہ بھی جانگداز ہمدم
جو مین سنگ کو سناتا تو وہ اشکبار ہوتا

غلطی ہوئی یہ ہم سے خط اوسے طویل لکھا
وہ ضرور اوسکو پڑھتا اگر اختصار ہوتا

مری گور پر نہ اُگتی کبھی نرگس اے ستمگر
جو نہ بادِ مرگ تیرا مجھے انتظار رہوتا

ترے رُخ پہ گر نہ مرتا ترا دم اگر نہ بھرتا
ترے سر پہ رات بھر یون نہ قمر نثار ہوتا

ہوئی خیر اسی مین اوسکی کسی زمرے سے نہ اُلجھا
نہین شیخ کا گریبان ابھی تار تار رہوتا

جو نہ ہوا ہونے بسمل تو نہ ہار ہوتے پہچان
ترے خنجرِ نظر کا اگر ایک وار ہوتا

ترے خوف سے نہ آیا کہ مین تا بہ تیشہ لایا
نہین وہ ہے میرا نالہ کہ فلک کے پار ہوتا

کبھی منتین نہ کرتا کسی بے وفا حسین کی
مرے دل پہ مجکو مضطر اگر اختیار ہوتا

حور وش کوئی مہمان کیا تھا
رشکِ فردوس تھا مکان کیا تھا

میرے دل مین جو تھا نہان کیا تھا
تیر ارمان تھا اور میان کیا تھا

ہائے برعکس اوس کے وہ نکلا
میرا اوسکی طرف گمان کیا تھا

اک بہانہ تھا آزمایش کا
جان لینی تھی امتحان کیا تھا

بھیڑ سی بھیڑ تھی خدا کی پناہ
کل ترے گھر مین میہمان کیا تھا

کون کرتا تھا دل لگی تم سے
کس پہ بگڑے تھے مہربان کیا تھا

دوست ساری خدائی میری تھی
ایک وہ مجھ پہ مہربان کیا تھا

بات کہنی تھی کان مین کہدی
تیرا او بدگمان گمان کیا تھا

میرے پہلو سے تم جو اٹھ بیٹھے
کیا یہ سوجھی یہہ میری جان کیا تہا

کچھ تو انصاف کیجیے دل مین
آپ کا عہد مہربان کیا تہا

پشتے کشتون کے تہے وہان مضطر
حشر تہا قتلِ عاشقان کیا تہا

ردیف بائے موحدہ

اب وہ کیون آئین اونکو کیا مطلب
لے چکے دل نکل گیا مطلب

تند خوئی سے اونکی آج بہی حیف
کہتے کہتے ہین رہگیا مطلب

صاف اوس نے اوڑا دیا ہنسکر
جب کبہی اوس سے کچہ کہا مطلب

لکہا اوس شوخ نے جو خط مین آج
تہا قیامت کا چلبلا مطلب

میرے مرنے کو سنکے وہ بولا
میری جوتی سے مجہکو کیا مطلب

خط مرا پڑہکے چاک کر ڈالا
دیکہہ پائے نہ دوسرا مطلب

لکھ چکے لکھنے والے اے مضطر
کوئی کیا لکھے اب نیا مطلب

حالِ دل تمسے کہے تو کیونکر بیتاب
ہر گہڑی کرتا ہے اوسکو رخِ انور بیتاب

دیکھ لیتا جو مرے آئینہ رو کی صورت
آن کی آن مین ہو جاتا سکندر بیتاب

آپ وعدہ پہ نہ آئے تو قیامت گذری
عاشقِ زار رہا آپ کا شب بھر بیتاب

ہم ترے ہجر مین تڑپا کرین بیچین رہین
الفتِ غیر مین تو ہو بتِ خود سر بیتاب

چین آجائے اِسے یار اگر آجائے
آج فرقت مین بہت ہے دلِ مضطر بیتاب

بوسہ اِس رُخ کا تو لے لیتا مگر ڈرتا ہون
کر نہ دے مجھکو کہین زلفِ معنبر بیتاب

یا خدا آہ مین میری وہ اثر پیدا کر
جس سے خود ہو کے چلا آئے وہ دلبر بیتاب

یاد کر کے وہ وفائین مری اب سُنتا ہون
پہرون رہتے ہین غم ہجر سے اکثر بیتاب

لکھی بیتابی ہے دل خط مین تو دیکھا یہ اثر
گر پڑا راستے مین ہو کے کبوتر بیتاب

وصل مین اور غضب کرتی ہے انکی یہ بات
کیا اسی دن کے لیے آپ تھے مضطر بیتاب

ضعف سے اب یہ حال ہے صاحب
حس و حرکت محال ہے صاحب

دو نو عالم سے کھو دیا اس نے
عشق کیا اک وبال ہے صاحب

جبکا مدت سے مین ہون شیدائی
مہجبین مہ جمال ہے صاحب

دل کے لینے مین اِن حسینون کو
کس بلا کا کمال ہے صاحب

بے سبب تم خفا نہین مجھ سے
کچھ نہ کچھ تو ملال ہے صاحب

ہنر و علم یہی حقیقت مین
دولت لازوال ہے صاحب

دل تو مضطر نے دے دیا تمکو
اوس سے اب کیا سوال ہے صاحب

ردیف بائے فارسی

صاف کہدو کہ کب ملین گے آپ
کیا مین مرجاؤن جب ملین گے آپ

سینہ سینہ سے جب ملاؤ گے
دیکھنا لب سے لب ملین گے آپ

مجھسے ہو بات چیت گالی سے
غیر سے باادب ملین گے آپ

نزع کے وقت کس لیے آئے
فائدہ کیا جو اب ملین گے آپ

مین جو ملتا ہون یون نہین ملتے
نہ ملون مین تو جب ملین گے آپ

لطف کیا آئے گا محبت کا
ہم سے جب پُرغضب ملین گے آپ

غیر کا نامہ بر نہون مضطر
پھر تو وہ بے طلب ملین گے آپ

ردیف تائے فوقانی

بھولی بھولی وہ ہزارون مین ہے پیاری صورت
اپنے ہاتھون سے خدا تو نے سنواری صورت

امتحان ساتھ ہی لو آج ہمارا اوسکا
غیر مرتا ہے اگر تمپہ ہماری صورت

کیون ہے دعوی تمہین اس شکل پہ یکتائی کا
آئینہ دیکھ لو اوس مین ہے تمہاری صورت

اس لئے اونکو ہر اک پیار کیا کرتا ہے
کہ ہوا کرتی ہے محبوب کی پیاری صورت

دوست بھی اب ہمین پہچانتے ہین مشکل سے
ہوگئی عشق مین کچھ ایسی ہماری صورت

رُخ نکرتی کبھی یوسف کی طرف بھولے سے
دیکھ لیتی جو زلیخا یہہ تمہاری صورت

قیس و فرہاد کو دیکھون جو یہ خواہش ہو تو ہین
دیکھ لین آکے مری عشق کی ماری صورت

ایک تو حُسنِ خداداد تہا اللہ اللہ
اوسپہ غازے نے تری اور نکھاری صورت

کیا صبا تو نے اوڑائی رُخِ روشن سے نقاب
دیکھنے پائے نہ ہم یار کی ساری صورت

مرحلے عشق کے باقی ہین بہت اے **مضطر**
تم بنا بیٹھے ہو پہلے ہی سے ہاری صورت

آتا جو مرے پاس وہ دلبر شب فرقت
مین پھیرتا خنجر نہ گلے پر شب فرقت

رہتے ہوئے مدت ہوئی تجھکو مرے گھر مین
اب غیر کی مہمان ہو جا کر شب فرقت

عُشّاق دعائین تجھے یہ دیتے ہین دل سے
کھاتی پھرے تو ٹھوکرین در در شب فرقت

اللہ دکھائے نہ یہہ دشمن کو بھی ہرگز
عاشق کو تو ہے موت سے بدتر شب فرقت

کیا اوڑہیگا نا نہین ملتا کہین تجہکو
دنیا مین ہے کیا ایک مرا گہر شب فرقت

وہ صبح کے ہوتے ہی بلا لیتے ہین مجہکو
مین بیٹہ کے پڑہتا ہون جو منتر شب فرقت

کیا روز قیامت سے بہی بڑہ جائیگی کمبخت
جو کاٹے نہین کٹتی ستمگر شب فرقت

خالِ رخِ زیبا کے تصور مین سحر تک
گنتا رہا وحشی ترا اختر شب فرقت

رنج و محن و ظلم و ستم ہجر و الم کا
کہلتا ہے مرے سامنے دفتر شب فرقت

اوٹہہ جاتے ہین جو روٹہہ کے پہلو وہ ہر بار
ہے وصل کی شب مین بہی برابر شب فرقت

وہ آج شب وصل مین یون ناز سے بولے
کسطرح کٹی کل تری مضطر شب فرقت

ردیف تائے ہندی

غیر کی سُنکے خبر بولے بلا لو جہٹ پٹ
مجہکو دیکہا تو کہا اِسکو نکالو جہٹ پٹ

یاد ہے اونکا یہ فرمانا کہ ہم جاتے ہین
ایک بار اور گلے سے تو لگا لو جہٹ پٹ

ہمدمو رحم مرے حال پہ لازم ہی تمہین
اوس سے ملنے کی کوئی شکل نکالو جہٹ پٹ

وقتِ رخصت جو کہا اون سے کہ جاتی ہو اگر
قتل کرتے مجہے جاؤ۔ تو کہا لو جہٹ پٹ

سائل بوسہ ہین۔ بوسہ ہو عطا جلدی سے
ہم فقیرون سے مری جان دعا لو جہٹ پٹ

وعدہ کے روز تم آؤ کہ نہ آؤ صاحب
گندمی رنگ پہ دشمن کی نہ ہو جائے نظر
چاہیے دہیان تمہین محرم و نامحرم کا
اوٹھہ گیا غیر خفا ہوکے اگر پہلو سے
شور ہے روز مرے قتل کے ہونگے کئی تگ

جھوٹی قسین کوئی دو چار تو کہا لو جھٹ پٹ
دیکھو آتا ہے وہ چہرے کو چھپا لو جھٹ پٹ
بیٹھتے اوٹھتے وہ پٹہ تو سنبھالو جھٹ پٹ
تو بلا کر مجھے پہلو مین بٹھا لو جھٹ پٹ
منتظر ہو نہین کہین مار ہی ڈالو جھٹ پٹ

روٹھکر جاتا ہے وہ شوخ اگر اے مضطر
تم تو روٹھے نہین کچھ۔ اوٹھکے منالو جھٹ پٹ

مین ہون جھوٹا یہ میرے دلبر جھوٹ
قتل ناحق کیا ہے اوسنے مجھے
مین نے اغیار کو نکلوا یا
ظلم کر کرکے یان مکر جاؤ

ختم دنیا مین ہے تمہین پر جھوٹ
ہین جو الزام۔ ہین سراسر جھوٹ
باتین اون سے لگا لگا کر جھوٹ
یہ چلے گا نہ روز محشر جھوٹ

ساتھ کوئی کسی کے مرتا ہے
سب غلط ہے یہ سب ہی مضطر جھوٹ

ردیف ثائے مثلثہ

جان دیتا نہین کوئی بہی کسی کے باعث
جو کیا کرتا ہے وہ اپنی خوشی کے باعث

وعدہ وصل کسی نے جو کیا ہے مجہسے
تنگ ہے تن پہ قبا میری خوشی کے باعث

ساقیا دے مجہے اک جام مئے ناب شتاب
ہے زبان خشک مری تشنہ لبی کے باعث

ناصحا ورنہ مجہے خبط تو کچہہ ہے ہی نہین
پٹیا روتا ہون مین دلکی لگی کے باعث

ٹہیک گو اپنے گنا ہونکا نہین ہی مضطر
بخشے جائین گے مگر حب علے کے باعث

سچے عاشق کا بہی تو یار نہ ہوگیا باعث
باوفا سے بہی وفادار نہ ہوگیا باعث

دل و دین جس نے تصدق کیے اپنے تجہپر
حال سے اوسکے خبردار نہ ہوگیا باعث

محفل عام مین تیری فقط اغیار ہون جمع
یہہ ترا عاشق ناچار نہ ہوگیا باعث

ہائے افسوس صد افسوس محبت کا یہ ڈہنگ
دوست کا دوست بہی غمخوار نہ ہوگیا باعث

مئے کشی چہوڑ دین ہم کہنے سے تیرے واعظ
اپنے دل کا کوئی مختار نہ ہوگیا باعث

جبکہ مضطر نے تصور مین تجہے دیکہہ لیا
پھر میسر ترا دیدار نہ ہوگیا باعث

ردیف جیم تازی

کچھ رنگ لائیگی یہہ شبِ انتظار آج
جو شام ہی سے دل ہے مرا بیقرار آج

اچھا نکالا دل سے صبا نے بخار آج
برباد کردیا مرا مشتِ غبار آج

اوس گلبدن کے آنیکی گلشن مین دہوم ہی
کچھ اور ہی فضا پہ ہے رنگِ بہار آج

یارب وہ اپنے وعدہ پہ آئینگے یا نہین
آنکہین دکہا رہی ہے شبِ انتظار آج

مرگِ عدو کا سوگ نہین ہے۔ تو پھر کہو
بیٹھے ہو کیون بنے ہوئے تم سوگوار آج

خنجر بکف ہے قاتلِ خونخوار دیر سے
کس بے خطا پہ دیکھیے ہوتا ہے وار آج

مضطر یہہ کس کی یاد نے بے چین کردیا
جو کروٹین بدلتے ہو تم بار بار آج

رُخ سے برقع ذرا اٹھائے آج
اپنا جلوہ مجھے دکہائے آج

وصل مین منہ کو پہیرنا کیسا
لب سے لب تو ذرا ملائے آج

بزمِ دشمن مین بیٹھکر صاحب
خوب خاکہ مرا اوڑائے آج

وصل کی شب وہ ناز سے بولے
نہ زیادہ گلے لگائے آج

یہ تقاضہ ہے دل کا اے مضطر
کسی صورت سے اونکو لائے آج

ردیف جیم فارسی

بے خطا مجھ پہ نہ تو شمشیر کھینچ
میری ثابت کرکے کچھ تقصیر کھینچ

روز جاتا ہے وہ بزم غیر مین
اسطرف بہی اوسکو اے تقدیر کھینچ

امتحان منظور ہے میرا اگر
کرکے بسم اللہ تو شمشیر کھینچ

جاکے قاصد اوس پری کے سامنے
میرے حالِ زار کی تصویر کھینچ

سرخ رو ہونے کو مضطر پیشِ حق
لوحِ دل پہ نقشۂ شبیر کھینچ

ردیف حائے حطی

رونے سے ہم کو کام ہے دن رات بیطرح
گہرمین ہمارے رہتی ہے برسات بیطرح

یارب مجھے نجات دے اس مخمصہ سی تو
افکار کا ہجوم ہے دن رات بے طرح

زلفِ سیہ کی عارضِ تابان کی یاد مین
اوقات میری کٹتی ہے دن رات بیطرح

روزِ ازل سے حسرت و حرمان و رنج کی
آئی ہمارے حصہ مین سوغات بے طرح

ناحق کسی کو جو کوئی مضطر ستائیگا
پائے گا روزِ حشر مکافات بیطرح

ردیف خائے معجمہ

لا کہے سے تیرے ہونٹ جو ہین ماہ جبین سُرخ
یا قوت بہی اسطرح کا واللہ نہین سُرخ

رکہدون دلِ سوزان کو اگر خاک کے اوپر
ہوجائیگی اخگر کی طرح ساری زمین سُرخ

پیمانۂ یاقوت مین پی بادۂ احمر
پہنا ہے لباس آج اگر ماہ جبین سُرخ

کیا چہرۂ زیبا کی ہے تیرے جہلک اسپر
یا اصل مین چلمن ہے تری پردہ نشین سُرخ

اِسکے لئے موزون ہے دلِ خون شدہ میرا
خاتم مین لگاتا ہے اگر تجہکو نگین سُرخ

کیا قتل کیا مضطرِ بیچارہ کو تونے
افشان ترے دامن پہ ہی غارتگر دین سُرخ

مجہ سے بولا وہ ماہ رو گُستاخ
سچ بتا کیا ہے جستجو گُستاخ

صحبتِ بد کی باعث اے پیارے
مجہہ سے بہی ہو گیا ہے تو گُستاخ

مانگا بوسہ تو بولے جہنجلا کر
ہم سے اور ایسی گفتگو گُستاخ

غیر کی طرح اے دلِ نادان
اونکی خدمت مین ہو نہ تو گُستاخ

جو کہ پہلے مرے سلامی تہے
اب وہ ہوتے ہین روبرو گُستاخ

سب شرارت اونہین کی ہے مضطر
ورنہ ہوجائے یون عدو گُستاخ

ردیف دال مہملہ

کس پہ تو ہوگا مری جان خفا میرے بعد
کون اوٹھائے گا ترے جور و جفا میرے بعد

میرے دہوکے مین نکالا گیا محفل سے رقیب
پڑ گئی غیر کے سر میری بلا میرے بعد

مجہہ گرفتار نے دی جان تو آیا اونہین رحم
کردیئے سارے گنہگار رہا میرے بعد

یاد کرکے مجھے رویا کیئے وہ برسون تک
میرے مرنیکا یہہ غم اونکو رہا میرے بعد

عشق مین دونون جہانکا نہین رہتا ہی بشر
روگ دنیا مین نہ دینا یہ خدا میرے بعد

ساتہہ اغیار کے وہ پہول چڑہانے آئے
روح پر میری ستم اوس نے کیا میرے بعد

ظلم پر ظلم سہے منہ سے کبہی آہ نہ کی
سچ کہو کون کرے گا یہ وفا میرے بعد

دوستی کا یہ زمانہ ہے کہین اے مضطر
غیر سے کرتے ہین وہ میرا گلا میرے بعد

نعت سرور کائنات

ہین فخر آدم خدا کے پیارے مرے محمدؐ مرے محمدؐ
شفیع محشر ہین وہ ہمارے مرے محمدؐ مرے محمدؐ

بلا کے عرش علا پہ تم کو بتا کے حسن طلب کا مطلب
کیئے خدا نے بہی خود نظارے مرے محمدؐ مرے محمدؐ

جب بہ آئین محشر مین حق کے پیارے تمام خلقت ہوا گئی پیچھے
مین ہو کے خوش خوش کرون اشارے مرے محمدؐ مرے محمدؐ

کہ شفاعت کی آج باندھو خدا کہے گا بروز محشر
ہین منتظر سب نبی تمہارے مرے محمدؐ مرے محمدؐ

کچھ ایک مین ہی نہین ہون شیدا تمہاری خواہان ہے خلق ساری
دکھا دو چہرہ مجھے پیارے مرے محمدؐ مرے محمدؐ

تمہارا مفتون ہوا ہین غضب مین نہ پہونچے تیر شب دیکھے روضہ
یہ عمر رو رو کے یون گزارے مرے محمدؐ مرے محمدؐ

نہین ہین گردش مین بلکہ تم پر نثار کرتے ہین جان و دل کو
فلک پہ شمس و قمر ستارے مرے محمدؐ مرے محمدؐ

عبث ہے دنیا مین فکر عقبیٰ عبث ہے روز جزا کا کھٹکا
کہ دونون عالم کے ہین سہارے مرے محمدؐ مرے محمدؐ

اندھیرے گھر مین جو جائے مضطر او سے دکھانا رخ منور
تڑپ کے مرقد مین جب پکارے مرے محمدؐ مرے محمدؐ

در شان محبوب العاشقین مدظلہ

اے نوری میان کے نورِ نظر یا سیدنا مشتاق احمد
قربان ہین تمپر شمس و قمر یا سیدنا مشتاق احمد

مشکل مین اسے جو کہتا ہے وہ امن مین غم سے رہتا ہے
یہ نام مین دیکھا تمہارا اثر یا سیدنا مشتاق احمد

سب اپنے پرایون نے چھوڑ دیا اور رشتہ الفت توڑ دیا
اِسوقت کرم کی ہو مجھپہ نظر یا سیدنا مشتاق احمد

اے موہنی صورت والے پیا کرتے ہین تجھی پہ جان فدا
سب حور و ملایک جن و بشر یا سیدنا مشتاق احمد

یہ گیسوے شبگون کی ہی جھلک وہ چہرۂ روشن کی ہی چمک
دیتے ہین پتہ مجھے شام و سحر یا سندنا مشتاق احمد

دوری سے آیا ہے ناک مین دم مین کہا لونگا دہر خدا کی قسم
تمہین لینی ہے لیلو جلد خبر یا سندنا مشتاق احمد

مانع ہے شریعت پیر مُرا کہہ دیتا نہین مین کیا سے کیا
دیکھا نہ سنا کہین تمسا بشر یا سند نا مشتاق احمد

دیتا ہے صدا ہر تارِ نفس اللہ ہے بس باقی ہے ہوس

مرے ولین ہوا ہے تمہارا جو گہر یا سیدنا شتاق احمد

جس سے ہو تمہارا وصف بیان ہو جس سے تمہاری شان عیاں
وہ لائے کہان سے زبان مضطر یا سیدنا شتاق احمد

ردیف دال ہندی

اللہ اللہ نوجوانی پر گھمنڈ
تمکو ہے گر خنجر ابرو پہ ناز
بات بھی کرتے نہین سیدہی طرح
ناز ہے اپنی نزاکت پر تمہین

اوس پہ طرہ بدزبانی پر گھمنڈ
مجھکو ہے اس سخت جانی پر گھمنڈ
مہربان اتنا جوانی پہ گھمنڈ
اور مجھکو ناتوانی پہ گھمنڈ

دیکھہ پچتائے گا تو مضطر کہ ہے
چار دن کی زندگانی پر گھمنڈ

ردیف ذال معجمہ

غیر کو لکھا تھا جو تو نے ستمگر کاغذ
بعد مدت کے ترا آج نصیبہ جاگا

دیکھہ وہ پیش کرونگا سر محشر کاغذ
آگیا ماہ جبین کا دل مضطر کاغذ

اوس نے ملنے کے عوض قطع تعلق لکھا
بنگیا میرے لیے صورتِ خنجر کاغذ

لکھنے بیٹھا تھا شبِ ہجر کا قصہ جسپر
آنسوؤن ہی سے مرے ہوگیا وہ تر کاغذ

بگڑی بن جائے اگر روزِ جزا اے مضطر
پہلے دیکھین مرے عصیان کا پیمبر کاغذ

ردیف رائے مہملہ

وہ زلف کہولے آئے جو مشتِ غبار پر
اندھیر چہا گیا مری شمعِ مزار پر

چمکائیے نہ برقِ نگہ غیر کی طرف
بجلی گرائیے نہ دلِ بے قرار پر

یادون کی بہولتی ہی نہین سوتے جاگتے
جادو سا کر گئے ہین دلِ بے قرار پر

اپنا شہیدِ ناز سمجھکر وہ نازنین
آیا ہے آج پہول چڑھانے مزار پر

ہنس ہنس کے میرے سامنے محفل مین غیر سے
چہڑکو نمک نہ زخمِ دلِ بے قرار پر

دامن جھٹک کے چلدیے روکا جو ہات کو
آیا نہ اونکو رحم مرے حالِ زار پر

لوٹیگا ایک دم زرِ گل موسمِ خزان
ڈانکا پڑے گا دولتِ فصلِ بہار پر

سولی چڑہینگے قامتِ بالا کے شیفتہ
کوڑے پڑین گے عاشقِ گیسوئے یار پر

غنچے چٹک چٹک کے تمہارے فراق مین
گھونسے سے مارتے ہین دلِ بیقرار پر

بوسہ لبون کا مانگ کے کھوئی ہے آبرو
بوچھار گالیون کی ہے مجھ خاکسار پر

الفت تمہاری کھینچ کے لائی ہے میری جان
چھینٹا وہین نہ آپ دلِ بیقرار پر

اوٹھا اودھر جو ہاتھ اودھر تن سے سر گرا
دل لوٹ پوٹ کیون نہ ہو قاتل کے وار پر

اللہ رے نار ساے خونِ شہیدِ ناز
دھبہ لگا نہ دامنِ شمشیرِ یار پر

مضطر شہید چشم ہے اک مستِ ناز کا
نرگس کے پھول لوگ چڑھائین مزار پر

روکتے ہین او نہین اغیار وہ آئین کیونکر
ہم اگر حال سنائین تو سنائین کیونکر

صدمہ ہجر سے جو حال ہوا ہے دل کا
جانِ من چیر کے پہلو۔ وہ دکھائین کیونکر

آپ آتا ہے نہ وہ ہمکو بلاتا ہے کبھی
حالِ دل پھر بتِ کافر کو سنائین کیونکر

اے فلک تو ہی بتا دے کوئی تدبیر ہمین
وہ تو منتے نہین ہم اونکو منائین کیونکر

جو کہ آغوشِ تصور سے ہی گھبراتا ہو
ایسے نازک سے شبِ وصل منائین کیونکر

ہم تو بیزار ہین جینے سے مگر اے مضطر
موت آتی نہین پھر جان سے جائین کیونکر

جائین کیون خوفِ عدو سے کوے جانان چھوڑ کر
بھاگتے ہرگز نہین ہین مرد میدان چھوڑ کر

دیکھتے ہی اوس بتِ کمسن کو کافر ہوگئے
مذہب اپنا دین اپنا سب مسلمان چھوڑ کر

چاہنے والا بڑی مشکل سے ملتا ہے کوئی
دیکھ تو پچھتائیگا مجھکو مری بہان چھوڑکر

کیون نہ ہون سو جان سے قربان اپنے تیرانداز کے
سیکڑون زخمی کیے اک تیرِ مژگان چھوڑکر

نتین لاکھون ہی کین لیکن نہ رحم آیا اوسے
چلدیا وہ مجھکو ظالم زار و نالان چھوڑکر

جنت الفردوس مین بھی ہم نہ پہونچینگے کبھی
تجکو مانگین گے خدا سے حور غلمان چھوڑکر

یاد رکھ **مضطر** کہ اک دن اور لوگونکی طرح
جائے گا تو بھی یہ دنیا کا گلستان چھوڑکر

دل چھین لیا آپنے چتون کو دکھا کر
جاتے ہو کہان آگ کلیجے مین لگا کر

تھا نرگسی آنکھون کا شہید اسلئے آکر
دو پھول مری قبر پہ جاتے ہین چڑھا کر

میرا یہی ارمان ہے میری یہی حسرت
تو ہاتھ سے اپنے مرا سر تن سے جدا کر

پہچان لیا آپکو انداز سے ہم نے
جاتے ہو کہان اب رخِ زیبا کو چھپا کر

گذرے ہین بہت جانِ جہان وعدونپہ وعدے
سچّا ہی کبھی بن۔ کوئی وعدہ تو وفا کر

یہ میرے جلانے کا نیا ڈھنگ نکالا
کچھ کان مین دشمن کے کہا چپکے سے جا کر

مضطر کوئی آتا ہے سرک جاؤ پرے تم
آہستہ سے بولے وہ مرا ہاتھ دبا کر

ستم کی رکھتے تہمت اوس حسین پر
ہنسین گے لوگ اے مضطر ہمین پر

وہ خاطر مین نہین لاتا کسیکو
دماغ اوس بت کا ہے عرش بریں پر

نہین مٹتا مٹائے سے کسی کے
جو کندا ہوچکا لوح جبین پر

کبھی اچھا نہ ہو بیمار الفت
مسیحا گر اوتر آئین زمین پر

بنائین صورتین کیا پیاری پیاری
فدا ہو جاؤن صورت آفرین پر

تمنائین ہماری عمر بھر کی
تصدق ہوگئین اون کی نہین پر

بھلا کیونکر نہ اوسکو چاہتے ہم
جواب اوسکا نہین روئے زمین پر

ہزارون آفتون نے دار پر وار
کئے ہین ایک اس جان حزین پر

گواہی دے رہا ہے میرے خونکی
یہ دہبہ ہے جو تیری آستین پر

لیا سوتے مین بوسہ اونکا مینے
لگا الزام اون کے ہمنشین پر

ہماری کیا حقیقت ہے یہ دنیا
لگا دے پل مین تہمت اہل دین کو

جہان کرتے تھے دورہ قیس و فرہاد
رہا مین مدتون اوس سرزمین پر

یہہ کہہ کہہ کر کہ قاتل آرہا ہے
جب اوٹھین اونگلیان سبکی تمہین پر

اوسے مین جان و دل دیکر خریدون
ہوا اونکا نام کندہ جس نگین پر

نگاہ رشک پڑتی ہے ہر اک کی
کبھی مجھ پر کبھی اوس ماہ جبین پر

جھلک تیری نہ پاتا اوسمین مجنون
نہ مرتا لیلی محمل نشین پر

مہ رخان دیکھنا کیا دل ہے میرا — ابھی پٹ سے گرا ہے کچھ زمین پر
بڑہاپے مین بھی باز آئے نہ حضرت — فدا ہین شیخ جی اک نازنین پر

اوسی نے چھیڑ کر تو وہ منہ کی کھائی
ہنسی آتی ہے مضطر نکتہ چین پر

رحم تو آتا نہین تجھکو ستمگر دیکھکر — ہنس رہا ہے تو ہمارا حال ابتر دیکھکر
اور محشر مین نیا محشر نہ برپا ہو کہین — چھپ گئے مجھکو اگر وہ روز محشر دیکھکر
گاہے ماہے ہی اگر جاتا ہون مین اوسکی طرف — تیوری پر ڈالتا ہے بل وہ دلبر دیکھکر
پیش داور کر دیا مین نے اونہین نادم اگر — ہائے مجھکو کیا کہین گے اہل محشر دیکھکر
ہو گئے جامہ سے باہر اسقدر کیون پی تر آ — شیخ صاحب پاؤن پہیلاتے ہین چادر دیکھکر
کوئی اوس سا جیسا نکل آئے یہ ممکن ہی نہین — ہم نے چھانٹا ہے ہزارون مین وہ دلبر دیکھکر

وہ تسلی اور تشفی کسطرح دیتے اوسے
آپ مضطر ہو گئے مضطر کو مضطر دیکھکر

سر بزم دیکھا جو مجھکو تو جل کر — دوسری طرف بیٹھے وہ رخ بدل کر
تری روز کی کل سے بے کل بنایا — خدا کے لئے اب تو مجھسے نہ کل کر
محبت کا دعوی جو کرتے تہے مجھسے — ہوئے اک طرف وقت بد مین وہ ٹلکر

ہیں یادسو سو ہین ملنے کی گہاتین
کہان جائینگے پھر وہ ہم سے نکلکر

نہ جانے دیا واپس الفت نے میری
وہ رک رک گئے گام دو گام چل کر

وہ پیتے ہی اک جام کے ہوگئے چت
بہت آئے تہے شیخ صاحب اُچھل کر

نہ کی قدر جیتے جی مضطر کی ہم نے
وہ کہتے ہین اب دستِ افسوس مل کر

انتظارِ یار مین ایسا تہا کل شب بیقرار
دیکہتا اوٹہہ اوٹہہ کے تہا مین دریجانب بار بار

بعدِ مردن بھی ہے باقی حسرتِ دیدارِ یار
آفرین صد آفرین ہے تجھکو چشمِ انتظار

عاشقی کا جسکو دعویٰ ہو وہ کل مقتل مین آئے
آج اِس مضمون کا دیکہا ہے چسپان اشتہار

زلفِ شب گونکے ڈسیکا دلمین ہے ابتک اثر
اے مسیحا آج کرنے جاؤ کچھ اِس کا اوتار

ناز و انداز و ادا پر تیرے اے جانِ جہان
جان قربان دل تصدق مین نثار

بعدِ مردن تو ہی کر اتنا کرم بادِ صبا
اوسکے کوچہ مین اوڑا لیجا مرا مشتِ غبار

کالی کالی اب گہٹا چہائی ہے پلوادے شراب
ساقیا دینگے دعائین تجھکو ہم سب بادہ خوار

اوس نے بیشک کوئی جادو کردیا جو اوس بغیر
چین میرے دلکو دنکو ہے نہ شبکو ہے قرار

قِسمنا ئُ رزقکم آیا ہے جب قرآن مین
کیون ہو پھر فکرِ معیشت ہمکو اے پروردگار

گلشنِ ہستی مین مضطر بات وہ پیدا تو کر

دوست کیا دشمن کے دلمین جس سے ہو تیرا وقار

میلونپر تکمونپہ میخانون پہ دلدارون پر
رال ٹپکی ہے ہمیشہ مری ان چارون پر

خالپر ابرو پہ مژگان پہ رخسارون پر
جان گر دیتے ہین عاشق تو نہین چارونپر

دام کاکل مین سدا پہانس کے تونے صیاد
نت نئے ظلم کیئے ہم سے گرفتارون پر

وہ بہی پہلو مین ہے گلزار ہی ابرو بہی ہے
رحمت حق سے ترشح بہی ہے میخوارون پر

عالم خواب مین بہی بوسہ کا ڈر ہے اونکو
ہاتھ رکہے ہوے سوتے ہین جو رخسارونپر

جان بلب ہی رہے وہ درد سے لیکن تجہکو
رحم آیا نہ کبہی عشق کے بیمارون پر

وہ جو مہمان ہوئے میرے بڑی سیر ہوئی
مدعی رشک سے لوٹا کیئے انگارونپر

دولت حسن کے دو سانپ موکل ہین یہہ
دونون جانب ترے گیسو ہین جو رخسارونپر

باز آتے نہین اغیار بدی سے یارب
آفت آتی نہین کیون ایسے ستمگارون پر

زر تو کیا چیز ہے جان دیکے خریدا تجہکو
بازی ہم لے گئے یوسف کے خریدارونپر

کل جو کیا خواب مین دو بوسے لئے تہے مینے
اوس سے یہ نیل پڑے ہین ترے رخسارونپر

زاہدا خوب سہی پی ضد پہ تری آج شراب
کچہ اثر تیری نصیحت کا نہین یارون پر

خوف ہم دونو جہان کا نہین رکہتے **مضطر**
فضل جب اوسکا ہے ہم جیسے گنہگارونپر

ردیف رائے ہندی

کیون نہ ہو جائے گی حیات پہاڑ
ہجر دلدار کی ہے رات پہاڑ

غیر بیچارہ تاب کیا لائے
میرے آگے ہے بے ثبات پہاڑ

کیون نہ گھبراؤن مہروش ہر دم
تیرے خیمے کی ہے قنات پہاڑ

کیا مصیبت کی سختیان ہون بیان
دن قیامت ہے اور رات پہاڑ

نرم ہوتا نہین کسی عنوان
کر دیا تیرے دل نے مات پہاڑ

غم۔ الم۔ درد۔ سوز۔ فکر۔ قلق
سر پہ ٹوٹے ہین ایک سات پہاڑ

دل شکن کیون نہ ہو کلام تیرا
لفظ پتھر ہے اور بات پہاڑ

کیا حرارت ہے عشق کی دلمین
راکھ ہوتے ہین دم کے سات پہاڑ

مضطرب کیون نہ ہو دلِ مضطر
بن گئین اوس کو مشکلات پہاڑ

ردیف رائے منقوطہ

درشان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری

مقبولِ خدا اولادِ علی سلطان الہند غریب نواز

مخدومِ جہان منظورِ نبی سلطان الہند غریب نواز

سب شاہ و گدا اجمیر مین آلاتے ہین زبان پر صلِّ علیٰ

وہ در ہے تمہارا آلِ نبی سلطان الہند غریب نواز

وہ در ہے تمہارا شاہِ زمان پاتا ہے جہان سے فیضِ جہان

دو مجھکو بھی کچھ اولادِ علی سلطان الہند غریب نواز

عثمان ولی کے اے پیارے ہم پھرتے ہین یون در در مارے

کیون آپ خبر نہین لیتے کبھی سلطان الہند غریب نواز

جس روز سے مین حاضر ہون یہان یہ مصرع ہی میرے وردِ زبان

ہو ابن علی و لیون کے ولی سلطان الہند غریب نواز

اک جام عطا ہو اب وہ مجھے جو عشقِ خدا سے مست کرے

ہو عمر تمام ادنیا مین مری سلطان الہند غریب نواز

اب آپ کرین فریادرسی بلوالین اسے یثرب مین نبی

مضطر کی ہے یہ امیدِ دلی سلطان الہند غریب نواز

حسن کی رہتی ہے دولت چند روز کر لو تم برپا قیامت چند روز

اس جہان مین تیرے باعث جو روش — ملگئی ہے ہمکو جنّت چند روز
چلتی پہرتی چہاؤن ہے نازان نہو — منعمو رہتی ہے دولت چند روز
ہونگے وہ کچہہ اور آے تو شباب — بہول بہولی ہے یہ صورت چند روز
ایک جان دو جسم کہلاتے تہے ہم — اپنی اونکی تہی یہ الفت چند روز
شہرِ خاموشان مین جا سویا مریض — کی مسیحانے جو غفلت چند روز
خاک مین پہر ملنے والا ہے یہ حسن — اسپہ کرلین آپ نخوت چند روز
کیون ہے اسپر اہلِ دنیا کو غرور — ہے یہ اونکی زیب و زینت چند روز
محفلِ رندان ہی مین آتا رہا — شیخ کی آئی جو شامت چند روز

سیکہہ لے جلدی سے مضطر کوئی فن
ہے تجہے دنیا مین فرصت چند روز

ردیف سین مہملہ

کبہی تنہا نہ وہ ملا افسوس — اوس سے مین کچہہ نہ کہہ سکا افسوس
ایک دن بہی نہ کی وفا افسوس — عمر بہر اوس نے کی جفا افسوس
جو مقدر مین تہا وہ پیش آیا — کیون تو کرتا ہے اب دلا افسوس

عشق مین کیا گلہ ہے غیرون کا
پھر گئے یار و آشنا افسوس

خونِ ناحق پہ ہین وہ آمادہ
میری کچھ بھی نہین خطا افسوس

کیا ملے گا کسی سے تو اے دل
نہ رہا کوئی باوفا افسوس

غیر کی پٹیان پڑھانے سے
مجھ سے وہ ہو گئے خفا افسوس

چاہیے جبتک جیے کوئی انسان
آخرِ کار ہے فنا افسوس

آئے ہمراہ غیر کو لے کر
کی شبِ وصل بھی جفا افسوس

رکھکے مرقد مین چلدئے احباب
مین اکیلا ہی رہ گیا افسوس

وہ شبِ وصل بھی خفا ہو کر
میرے پہلو سے اوٹھ گیا افسوس

ہم نہ تھے اوس زمانے مین مضطر
جبکہ تھے فخرِ انبیا افسوس

اونہین نہین ہے کسی یار و آشنا کا پاس
پھر اون سے رکھین - تو کیا رکھین ہم وفا کی آس

کسی کی زلف تو بکھری ہوئی نہین دیکھی
کہو تو حضرتِ دل کیون تم اسقدر ہو اوداس

خبر تو ہمدم کر دو یہہ اوس مسیحا کو
ترے مریض کے جینے کی اب نہین ہے آس

نہین ہے ظلم و ستم مین جوابِ اوسکا کہین
کہ چرخِ پیر نے حاصل کیا ہی اوس سے پاس

وہ پوچھتے ہین یہ انجان ہو کے عاشق سے
یہ چہرہ آپکا رہتا ہے کیون اوداس اوداس

ہر ایک کہتا ہے مجھکو یہ وہ ہے سودائی
رہا نہ عزت و حرمت کا اپنی جبکو پاس

ہمارا واسطہ جس گلبدن سے آکے پڑا
نہ دیکھی نام کو الفت کی او سمین کچھ بو باس

وہ ڈر کے بجلی سے بولے کہ رد و تم ہمکو
جو وان سے او ٹھکے نہ آجاؤ جلد میرے پاس

فراق و وصل پہ موقوف کیا ہے اے مضطر
ہزار قسم کے رہتے ہین عشق مین وسواس

ردیف شین معجمہ

نہ ہمکو مونس و ہمدم نہ آشنا کی تلاش
کہ عاشقان خدا کو ہے بس خدا کی تلاش

ترے حبیب کا پیغام لینے جاتی ہون
یہ کہہ رہی ہے مرے دلسے کچھ صبا کی تلاش

خدا کے فضل سے ہمکو نہین ہے زر کی ہوس
مہوسونکو مبارک ہو کیمیا کی تلاش

مرید عشق ہین سب کر چکے ہین طے راہین
نہ ہمکو پیر کی حاجت نہ رہنما کی تلاش

مثال چرخ ہین گردش مین ہر گھڑی مضطر
ہمارے دلکو جو ہے ایک مہ لقا کی تلاش

ردیف صاد مہملہ

ہم سے کب دوستی کہان اِخلاص
جان کے اپنی ہو گئے دشمن

دشمنون سے ہے میرےجان اِخلاص
دلبرون سے گیا جہان اِخلاص

عمر بہر دشمنون کے دوست رہے
ایک بوسہ پر اِسقدر بگڑے

رکہیئے اب ہم سے مہربان اِخلاص
ہوگیا آپ کا عیان اِخلاص

مثل میرے عدو بہی ہونگے ذلیل
جان قربان گر کرون تم پر

نہین رہنا ہے جاودان اِخلاص
تو بھی میرا نہ ہو عیان اِخلاص

نارِ دوزخ سے کیون ڈرے مضطر
اوسکو احمد سے ہے بجان اِخلاص

ردیف ضاد معجمہ

صیاد سے غرض ہے نہ کچھ دام سے غرض
شیشے سے کچہہ غرض نہ ہمین جام سے غرض

ہے مجھکو اوسکی زلفِ سیہ فام سے غرض
ہے میکدہ مین اوس بُتِ گلفام سے غرض

مطلب جو ابسے نہ مرے کام سے غرض
ہر وقت محو ہون کسی مہ رو کی یاد مین

ہے نامہ بر تجھے فقط انعام سے غرض
مطلب نہ صبح سے ہے نہ کچھ شام سے غرض

اونکی بلا سے کوئی مرے یا کوئی جئے
اونکو تو اپنے راحت و آرام سے غرض

جو اُنکا دین ہے وہی میرا طریق ہے
کچھ کفر سے غرض ہے نہ اسلام سے غرض

مضطر کو شوق شعر کے کہنے کا ہے فقط
شہرت سے مدعا ہے نہ کچھ نام سے غرض

ردیف طائے مہملہ

منظور ہی نہیں ہے اوسے جانکی احتیاط
بیمار تیرا کرتا ہے درمان کی احتیاط

کرلیں سپر سے خنجر و پیکان کی احتیاط
کس چیز سے ہو ناوکِ مژگان کی احتیاط

پایا جو دل پہ پھر نہ نکالا اوسے کبھی
منظور تھی جو یار کے پیکان کی احتیاط

دیوار کود جائینگے جوشِ جنون مین ہم
بیکار محض ہے درِ زندان کی احتیاط

ملکِ عدم کو جب سے روانہ ہوا ہے قیس
سر میرے پڑگئی ہے بیابان کی احتیاط

افسوس ہے حریف چلے جائین بے دھڑک
ہو صرف میرے واسطے دربانکی احتیاط

مضطر کی طرح پیچ مین گیسو کے آگیا
اب وہ کہاں ہے ناصح نادان کی احتیاط

ردیف ظائے معجمہ

کچھ آگیا ہے پچھلی ملاقات کا لحاظ
پھر ہو چلا ہے اونکو مری بات کا لحاظ

کچھ پاس وضع ہے نہ ملاقات کا لحاظ
رکھتے نہین ہو تم تو کسی بات کا لحاظ

کمبخت عشق نے مجھے دیوانہ کر دیا
مجھکو نہ شرم ہے نہ کسی بات کا لحاظ

ہستی کو اپنی ہوسکے انسان عروج مین
ہے خاک - چاہیے کچھ اس اوقات کا لحاظ

بے سوچے سمجھے کچھ نہ نکالے زبان سے
لازم ہے آدمی کو ہر اک بات کا لحاظ

واعظ اسی مین خیر ہے گھر کو سدھارئے
بس کر چکا مین قبلۂ حاجات کا لحاظ

ہمکو نہ بھول جانا کہین گھر پہنچکے تم
جاتے تو ہو مگر رہے اس بات کا لحاظ

بوسہ مجھے عطا ہو تو دشنام غیر کو
ہر مستحق کے ساتھ ہو خیرات کا لحاظ

اوٹھا ہے ابر وسے ہمین کچھ تو زیادہ آج
ساقی ضرور چاہیے برسات کا لحاظ

بولے وہ سو سناونگا مضطر مین آپکو
مجھ سے کبھی نہ ہوگا کسی بات کا لحاظ

ردیف عین مہملہ

کرتے ہین آپ یہہ جو سامان جمع
کیا ضیافت ہے ہونگی مہمان جمع

اوسکے رخسار پہ ضیا دیکھو
ایک جا دو ہین ماہ تابان جمع

آدمی آکے کیا کرے کوئی
ہون جو محفل مین تیری حیوان جمع

اِس نے قارون کو ذلیل کیا
مالِ دنیا نہ کر تو نادان جمع

دلمین آتی ہے ہم بھی جائین ضرور
اونکے گھر ہونگے آج مہمان جمع

وہ ہے فریاد دردناک مری
ہوئے سب وحشیِ بیابان جمع

کچھ نہ اچھا ہوا مریضِ فراق
کیسے کیسے تھے رشکِ لقمان جمع

قتلِ شبیر کے لئے مضطر
ہوئے افسوس کیون مسلمان جمع

ردیف غین معجمہ

روزِ شمار تک بہی نہ گنتی مین آئے داغ
ہم نے کسی کے عشق مین اتنے اوٹھائے داغ

اِس عمر مین ہزارون ہی لاکھون ہی کہائے داغ
باقی ہے میرے دلکو مگر اشتہائے داغ

تارے دکہائی دیگئے آنکھونکے سامنے
سینہ جو مین نے کہولکے اونکو دکہائے داغ

ہر پنکھڑی سے خون ٹپکتا ہے راتدن
لالہ کو لگ گئی ہے جو میری ہوائے داغ

آنکھین سفید ہوکے کمر ٹوٹ جاتی ہے
دشمن کو بہی نہ دوست کا خالق دکہلائے داغ

سینہ کو میرے دیکھ کے حیران ہوگیا
طاؤس نے اگرچہ بہت سے ہی پائے داغ

پھاہا بنا کے رکھے مرے سینہ پہ چارہ گر
ہو یاد اگر وہ اوسکو بھی سوزش فزائے داغ

جل جل مریگا چرخِ چہارم پہ آفتاب
ہین سینے اگر وہ کہائی کسی دن ضیائے داغ

برسون سے جان منزلِ رنج و الم بنی
دل مدتون سے بنگیا خلوت سرائے داغ

معلوم ہو کہ ہجر مین دل کا یہ حال ہے
خط مین بجائے حرفون کے ہمنے بنائے داغ

عاشق کے داغ سینہ کی یکسان نمود ہے
دو ہفتہ تک ہے چاند کی نشو نمائے داغ

مضطر کو تم ستا کے ستائے نہ جاؤگے
کیا ہے سوائے داغ مریضانِ ہجرائے داغ

ردیف فا

دستِ وحشت پھر بڑھا میرا گریبان کیطرف
پھر تقاضا ہے جنونکا چل بیابان کیطرف

اوس سراپا حسن کا آتا ہے نقشہ پیشِ چشم
جب کبھی مین جا نکلتا ہون گلستان کیطرف

زندگی سے کر دیا مایوس مجھکو درد نے
کی توجہ آپنے لیکن نہ ارمان کیطرف

گر عیادت کو نہ آئے نعش پر میری تو آئے
فاتحہ کو آئین وہ گورِ غریبان کیطرف

تیرے لعلِ شکرین سے جو کہ بہرہ یاب ہین
میل کب اونکو ہوا لعلِ بدخشانکی طرف

اوسکو ساونکی جھڑی کا لطف آجائے یہان
دیکھ لے گر آکے میری چشمِ گریان کیطرف

قتل ہوکر بھی رہا میلانِ خاطر بر قرار
خون مضطر کا اوڑا قاتل کے دامنکی طرف

مدت کے بعد بہی جو گیا یار کی طرف
دل چاک چاک ہوگیا اپنا اک آن مین
دین سب کو چھوڑ چھاڑ کے اوسکا جو ہوگیا
سب اوسکی شکل دیکھتے ہی اوسکے بنگئے

دیکھا نہ آنکھ اوٹھا کے بھی مجھ زار کیطرف
دیکھا جو اونکے ابروے خمدار کیطرف
وہ مجھکو چھوڑ کر ہوے اغیار کیطرف
سارا زمانہ ہوگیا اوس یار کی طرف

مضمون کچھ نیا ہے نہ مضطر زبان ہے
پھر دیکھے کیا کوئی ترے اشعار کیطرف

ردیف قاف

کس سے کہے فسانۂ غم مبتلائے عشق
بیٹھے بٹھائے دلکو ہمارے جلائے عشق
اب قدر دعافیت اونہین کھلجائیگی ضرور
اونکو زیادہ پہلے سے اغماض ہوگیا
آخر وہ بزم ناز سے شرما کے اوٹھ گئے

بیتاب کس مین ہے جو سنئے ماجرائے عشق
کس کام کا یہ عشق ہے چولہے مین جائے عشق
سنتا ہون وہ بھی ہوگئے ہین مبتلائے عشق
سُن سُن کے میرے منہ سے مرا ماجرائے عشق
عشاق جبکہ کہنے لگے مدعائے عشق

یون ہی بنا رہا ہے یہ باتین تو واعظا
تجھکو ابھی لگی ہی نہین ہے ہوائے عشق

دیر وحرم کے جھگڑون سے اوسکو نہین غرض
مضطر تو ہو چکا ہے سراپا فنائے عشق

چکھا رہا ہے مزے ہمکو وا: کیا کیا عشق
ہوا ہے دشمن جان ایک دلربا کا عشق

مزا تو جب ہے کہ دونو طرف سے چاہت ہو
تمہین ہمارا ہو اور ہمکو ہو تمہارا عشق

ہزار پردون سے ظاہر یہ ہو کے رہتا ہی
کبھی چھپائے سے چھپتا نہ ہمنے دیکھا عشق

اگرچہ آئے طبیعت تو ایک پر آئے
نہین پسند ہے ہمکو یہ ہرزہ سا عشق

نہ پھنس بتون کی محبت مین مضطر ناداں
جو عشق ہے تجھے مرغوب کر خدا کا عشق

درشان حضرت فراق مدظلہ

ہوا ہون جب سے مین اے ہمدمون فدائے فراق
فراق میرے لئے اور مین برائے فراق

کہان سے لاؤن مین خامہ مین اپنے وہ قوت
کہ جس سے لکھون مین دل کھولکر ثنائے فراق

کسی مشاعرہ مین جب کبھی قدم رکھا
یہ وہ ہوم مچگئی تشریف آج لائے فراق

نگاہ خلق مین وقعت جو میرے شعر کی ہے
یہ ہے فراق کا فیضان یہی عطائے فراق

نہ اوسکے سامنے محفل مین دون کی لینا
یہ خوب جان لو مضطرؔ ہے خاکپا فراق

ردیف کاف تازی

وہ نہین آتے گر مرے گہر تک
مجہکو بلوالین اپنے ہی در تک

چلتے چلتے رُکا گلے پہ مرے
پہر گیا مجہسے اونکا خنجر تک

پر جہان جلتے ہین فرشتون کے
کسطرح ہو رسائی اوس در تک

شرع مین تشنہ کام الفت کو
نہ دیا اوس نے آب خنجر تک

جاتے ہین آپ اگر تو بسم اللہ
چلئے پہنچا کے آون مین گہر تک

ضعف سے ہو نہ سکے کروٹ
آئے کسطرح آپ کے در تک

اونکا شرما کے منہ چہپا لینا
یاد ہمکو رہیگا محشر تک

راہ الفت مین گر قدم رکہین
ہولین خود راہ خضر رہبر تک

پاون گہس جاتے دشمنون کے کیا
جو چلے آتے آپ مضطرؔ تک

اے مسیحا تری دوا ہے خاک
تیرے بیمار کو شفا ہے خاک

جب کہین جیتے اوسکو پایا ہے
اپنی ہستی کو کر دیا ہے خاک

خواب مین بہی نہ آجتک آیا
باوفا یہ تری وفا ہے خاک

تو جب الٹا مجہے ڈبوتا ہے
میری کشتی کا ناخدا ہے خاک

مجہکو وہ آکے قتل کر جائین
اور کیا میرا مدعا ہے خاک

دیکہکر نعش میری حسرت سے
بولے اب اسمین کیا رہا ہے خاک

جب جوانی مین بہی نہ عیش کرین
زندگانی کا پہر مزا ہے خاک

رنج و اندوہ کے سوا مضطر
دل لگانے مین اور کیا ہے خاک

صرف ایک تو زمین سے ہے آسمان تک
پایا نہ خیر کا کہین ہم نے نشان تک

دیکہا ہو خواب مین جسے وہ کسطرح ملے
کیا ڈہونڈہین جانتے نہین اوسکا نشان تک

کیا منہ کو میرے کیل دیا اوسنے آتے ہی
شکوے جو آکے رک گئے میری زبان تک

سوسو طرح سے پوچہے اگر حشر مین خدا
جب بہی نہ لاؤنگا ترا شکوہ زبان تک

مضطر حضور پل مین وہان جاکے آگئے
پہونچے جہان کبہی نہ کسی کا گمان تک

ردیف کاف فارسی

وہ نہین کاٹ مین ہرگز تری تلوار کا ڈہنگ
جیسا دیکہا ہے ترے ابروئے خمدار کا ڈہنگ

آج اٹہکہیلیان کرتی جو چلی آتی ہے
اے صبا کسکی اوڑایا ہے یہ رفتار کا ڈہنگ

بات بے بات زبان پر ہین ہزاردن دشنام
ہے نیا آج تو کچھ آپکی گفتار کا ڈہنگ

ہو نہو محفلِ دلبر سے نکلوائے گئے
غیر سُن نے ہین جو آج آیا ہے اغیار کا ڈہنگ

ان حسینو نمین نزاکت یہ کہان سے آئی
دیکہہ پایا ہے کسی عاشقِ بیمار کا ڈہنگ

ٹکٹکی باندہے کہڑا ہے ترے در کے آگے
مثلِ تصویر کے ہے طالبِ دیدار کا ڈہنگ

لوگ مہمان تباتے ہین گہڑی پل کا اوسے
دیکہہ تو کیا ہے مسیحا ترے بیمار کا ڈہنگ

اوسکے کوچہ مین مجھے دفن کرین میرے عزیز
اس سے بہتر نہین اب روز کے دیدار کا ڈہنگ

فیض یہ حضرتِ اوستاد کا ہے اے **مضطر**
ورنہ بے ڈہنگا تہا اتنک ترے اشعار کا ڈہنگ

ضعف سے کہاتا تہا سر چکّر الگ
ہجر مین صدمہ رہا دلپر الگ

خواب مین بھی پہر خوشی دیکھی نہین
ہوگیا جب سے مرا دلبر الگ

ایک تو مین جان بلب ہون ہجر مین
دوسرے دل ہے مرا مضطر الگ

میرے مرنے سے عجب فرحت ہوئی
عید ہے اغیار کے گہر گہر الگ

کیا سمجھہ سکتا ہے زاہد اسکی رمز
عشق کے مذہب کا ہے دفتر الگ

عشق مین دیوانہ مجہکو دیکھکر
ہوگیا مجہ سے مرا گہر بہر الگ

مدّعا نکلے گا رہکر اوس کے ساتھ
کس لئے رہتے ہو تم مضطر الگ

ردیف لام

ہو جائے کسیدن تو وصالِ گل و بلبل
ابتر ہے بہت ہجر مین حالِ گل و بلبل

کر ایکبرس فصلِ بہاری مین ذرا رحم
گل چین سے یہ ہر دم ہی مقالِ گل و بلبل

اب ہونے لگا کچھ اثرِ حسن و محبت
صیاد بہی ہے محو خیالِ گل و بلبل

دو دن مین خزان باغ کی کر دیگی صفائی
اچھا نہین آپسمین ملالِ گل و بلبل

کیون دیکھنے جائین گل و بلبل کا تماشا
ہم تم بہی تو دونون ہین مثالِ گل و بلبل

ظالم نے بہار آتے ہی کیا تفرقہ ڈالا
صیاد کے سر پر ہے وبالِ گل و بلبل

مضطر ترا ہر شعر ہے گلزار معانی
ہر مصرع تر مین ہے خیالِ گل و بلبل

جس نے معشوق سے لگایا دل
اوس نے آفت مین بس پہسایا دل

راتدن ہے شریکِ حال اپنا
ہم نے وہ غمگسار پایا دل

گنج قارون بھی ہو تو ٹھکرا دون
اچھی صورت پہ جان دیتا ہے
کوئی مر جائے اوسکو کیا پروا
بھری محفل مین آج اوس بت نے

میرا خالق نے وہ بنایا دِل
بد نظر ہم نے ایسا پایا دِل
ایسے ظالم پہ میرا آیا دِل
آن کی آن مین چرایا دِل

تیر مژگاں سے اونکے ای مضطر
بڑی مشکل سے کل بچایا دِل

ردیف میم

اے مالک ارض و سما مشتاق دیدارِ توام
اے راحتِ جانِ جہان مشتاق دیدارِ توام
دیکھی ہے جب سے اک جھلک جھپکی نہین میری پلک
مین کسطرح آون وہان آجا ذرا تو ہی یہان
ڈھونڈا ہے جا کر جا بجا ملتا نہین تیرا پتا
مین ہون علیل و نیم جان بیکس مریض و ناتوان
بس ہو چکی شرم و حیا چھپتا ہے کیون مجھسے بھلا

اے بادشاہِ دو جہان مشتاق دیدارِ توام
اے دلربائے عاشقان مشتاق دیدارِ توام
رہتا ہے یہ ورد زبان مشتاق دیدارِ توام
تیرا مکان ہے لامکان مشتاق دیدارِ توام
کب تک رہیگا تو نہان مشتاق دیدارِ توام
تو ہے مکین لامکان مشتاق دیدارِ توام
آسامنے جانِ جہان مشتاق دیدارِ توام

رکھہ نزع مین بھی برزبان مضطر یہ آہ و فغان
اے عیان و ہم نہان مشتاق دیدار توام

مدح غوث پاک

جو ہردم لب پہ لائے غوثِ اعظم
وہ کہلائے فدائے غوثِ اعظم

مری جان ہے فدائے غوثِ اعظم
مرا دل مبتلائے غوثِ اعظم

بنائین سجدہ گہہ عشاق اوسکو
جو پائین نقشِ پائے غوثِ اعظم

مری آنکھون مین ہو جب جلوہ گرتم
کوئی کیونکر سمائے غوثِ اعظم

جہان مین اونکا ہونا ہیچ ہی ہیچ
جو ہین نا آشنائے غوثِ اعظم

لگا لین معتقد آنکھون مین اپنی
ملے گر خاک پائے غوثِ اعظم

مرا منہ ہے یہ میری حیثیت ہے
جو ہو مجھسے ثنائے غوثِ اعظم

مبارک صاحبِ خانہ مبارک
کہ یان تشریف لائے غوثِ اعظم

شہنشہ اوسکی یون کرتے ہین عزت
کہ مضطر ہے گدائے غوثِ اعظم

دکھا دیجیے رخ اک ذرا غوثِ اعظم
کہ ہو دردِ دل کی دوا غوثِ اعظم

یہ دنیا جو ہے اک بلا غوثِ اعظم ۔ بچا اس سے بہرِ خدا غوثِ اعظم

نہ ظاہر ہین گو مجھکو جلوہ دکھایا ۔ کبھی خواب مین آؤ یا غوثِ اعظم

مشرف ہون بغداد مین جلد آکر ۔ یہی دلکا ہے مدعا غوثِ اعظم

بہت دیر سے ہاتھہ پھیلا رہا ہون ۔ کرو میری حاجت روا غوثِ اعظم

نہ ہمسر تمہارا نہ ثانی تمہارا ۔ خدا کے ہو محبوب یا غوثِ اعظم

بجز آپکے کوئی میرا نہین ہے ۔ مرے پیر مشکل کُشا غوثِ اعظم

بنی ہین ترے شیفتہ شاہِ جیلان ۔ خدا ہے ترا مبتلا غوثِ اعظم

بڑی دیر سے دے رہا ہے دوہائی
ہو مضطر کو بھی کچھ عطا غوثِ اعظم

ردیف نون

غارت وہ دل ہو جسمین کہ بوئے وفا نہین ۔ پھوٹے وہ آنکھہ جسمین کہ شرم وحیا نہین

معشوق باوفا کوئی ہمکو ملا نہین ۔ کچھ زندگی کا لطف میسر ہوا نہین

تمکو قسم ہے سرکی مرے صاف تم کہو ۔ میّت پہ میری رونیکو آؤگے یا نہین

گر پھر گئے ہو ہم سے بلا سے پھرے رہو ۔ بُت ہو فقط ہمارے کوئی تم خدا نہین

کسطرح یا الٰہی بسر ہوگی قبر مین
اپنے سوا وہان تو کوئی دوسرا نہین

ظاہر مین ہم سے دور اگر ہے تو کیا ہوا
جب دلمین تو بسا ہے تو ہرگز جدا نہین

مضطر وہان نہ جاؤن مین تنہا کسی طرح
دوزخ ہے مجھکو خلد اگر دلربا نہین۔

مجھے جان کے اپنی لالے ہوے ہین۔
کہ پھر زخم دل میرے آلے ہوے ہین

رسا اسقدر میرے نالے ہوے ہین
کہ وہ اب کلیجا سنبھالے ہوے ہین

مجھی کو نہین ہے فقط اون کا شکوہ
عدو بھی وہان سے نکالے ہوے ہین

ہوئی ابتو فریاد بھی اک مصیبت
کہ سینے سے تا حلق چھالے ہوے ہین

بنایا ہے نک سک درست اونکو حق نے
سراپا وہ سانچے مین ڈھالے ہوے ہین

جنون نے بنایا ہے سیاح مجھکو
مرے بحر و بر سب کھنگالے ہوے ہین

خدا جانے کیا جان و دل پر بنے گی
کہ اوس شوخ کے ہم حوالے ہوے ہین

لگا ہو نہین ہین اون کی ساری ادائین
ہمیشہ کے وہ دیکھے بھالے ہوے ہین

جدائی مین ہین اونکی بیتاب مضطر
طبیعت کو گو ہم سنبھالے ہوے ہین

تیری فرقت مین ہین نالان سیکڑون
حشر مین پکڑین گے دامان سیکڑون

آپ پر مرتے ہین جانان سیکڑون
جان و دل کرتے ہین قربان سیکڑون

اوسکے کوچہ کے عوض ہرگز نہ لون
دے کوئی گر باغِ رضوان سیکڑون

دیکھتے ہی مرغِ دل زلفون کے دام
ہوگئے دانان سے نادان سیکڑون

جاتے ہی بتخانے مین بُت کے حضور
ہوگئے کافر مسلمان سیکڑون

خانۂ دل مین ہین پوشیدہ مرے
اونکی بے رحمی سے ارمان سیکڑون

پھر گیا مضطر وہ اپنے قول سے
گو کئے تھے عہد و پیمان سیکڑون

میرے نالون مین کیا اثر ہی نہین
میری اوس بت کو کچھ خبر ہی نہین

یا الٰہی یہ کیا قیامت ہے
شبِ فرقت کی کیا سحر ہی نہین

جان سے ہین تو ہاتھ دھو بیٹھا
اونکو اب تک مری خبر ہی نہین

تم ہی تم دل مین رہتے ہو ہر دم
اور کا تو یہان گذر ہی نہین

بیخبر ہو کے ایسے بیٹھے ہین
اونکو دنیا کی کچھ خبر ہی نہین

چاہے جتنی بنایئے باتین
آپکی مجھپہ وہ نظر ہی نہین

گم ہوئے جستجو مین ہوش و حواس
لاکھ ڈھونڈا وہان کمر ہی نہین

ہمتو واللہ صاف کہتے ہین
عشق جسکو نہین بشر ہی نہین

جاے مضطر تو کس جگہ جاے
تیرے در کے سوا تو در ہی نہین

عجیب گردش مین ہے مقدّر جو وہ کہین ہی تو ہم کہین ہین
فلک نے کیسا دیا ہے چکّر جو وہ کہین ہے تو ہم کہین ہین

لگی ہے الفت کی آگ تن مین ہمارا چرچا ہے کوہ بن مین
تلاش مین ہین خراب دردر جو وہ کہین ہے تو ہم کہین ہین

وہ جب سے گھر غیر کے سدھارا ہمارا پیارا ہمارا پیارا
وظیفہ رہتا ہے یہ زبان پر جو وہ کہین ہے تو ہم کہین ہین

ہمیشہ فرقت سے ہین الم مین گذر رہی ہے مدام غم مین
جو درد دل مین تو دم لبون پر جو وہ کہین ہے تو ہم کہین ہین

ہمین ہے دشوار اوسے بلانا اوسے ہے مشکل یہانتک آنا
یہ دشمنون کے ہین سارے جوہر جو وہ کہین ہے تو ہم کہین ہین

تمام اپنے پراے چھوٹے سبھون سے ملنے کے رشتہ ٹوٹے
ہین اوسکی الفت مین گھر سے بے گھر جو وہ کہین ہے تو ہم کہین ہین

وہ جب سے ہم سے جدا ہوا ہے مثالِ ماہی تڑپ رہا ہے

ہے جسکی خاطر یہان زبان پر جو وہ کہین ہے تو ہم کہین ہین

وہ رشکِ گل کب ملیگا یارب بر آئیگا کب ہمارا مطلب

پکارین کبتک تڑپ تڑپ کر جو وہ کہین ہے تو ہم کہین ہین

کبہی وہ دن تہے کہ ایک دم بہی ہماری اوسکی نہ تہی جدائی

ہوئی ہے اب تو یہ حالت ابتر جو وہ کہین ہے تو ہم کہین ہین

غضب کا ہے شوقِ دیدِ جانان کہ مرتے دم بہی ہے دلکو ارمان

ہمارے تن مین ہے جانِ مضطر جو وہ کہین ہے تو ہم کہین ہین

ہزارون مرغِ دل دن رات گو فریاد کرتے ہین
مگر وہ دامِ گیسو سے کسے آزاد کرتے ہین

کبہی وہ شاد کرتے ہین کبہی ناشاد کرتے ہین
ہماری آرزوؤنکو غرض برباد کرتے ہین

جنازہ میرا دیکہا تو عدو سے ہنس کے وہ بولے
یہ ویرانہ کہان کا دیکہیے آباد کرتے ہین

ہمارے خانۂ دلکو یہ معشوقانِ شہر آشوب
کبہی برباد کرتے ہین کبہی آباد کرتے ہین

تپِ ہجران کی بیتابی مین ہم تصویرِ جانانکو
لگا کر اپنے سینے سے دل اپنا شاد کرتے ہین

ہمارا سر ہے کب سے خم لگا اک ہاتہ جلدی سے
کہین رحم و کرم مظلوم پر جلاد کرتے ہین

ستمگر کا لقب جلدی سے اب ہم اونکو دینگے
جوان جون جون وہ ہوتے ہین ستم ایجاد کرتے ہین

دہان سے کوئی آتا ہے تو اتنا پوچہ لیتا ہون
جنہین مین یاد کرتا ہون مجہے وہ یاد کرتے ہین

ہم اونکے ظلم ناحق سے بہ تنگ آئے ہین اے مضطر
دیا ہے جس گہڑی دل وس گہڑی کو یاد کرتے ہین

فقط آپکو مہ لقا جانتا ہون
سوا اِسکے مین اور کیا جانتا ہون

جفا کو تری کیا جفا جانتا ہون
جفا کو تری - مین وفا جانتا ہون

نہ جائیگا بے وصل درد جدائی
یہی اِس مرض کی دوا جانتا ہون

سمایا ہے تو ہی رگ و پے مین میرے
یہ کیونکر کہون مین جدا جانتا ہون

تجہے کشتئ عمر کا اپنی اے عشق
خدا کی قسم ناخدا جانتا ہون

بلا یا الگ جب تو وہ بولے مضطر
ترے دلکا مین مدعا جانتا ہون

کچہ اے پیامبر مجہے تیرا الیقین نہین
اقرارِ وصل اور وہ کافر - نہین نہین -

تم ہو وہ آئینہ کہ کدر ہر ایک سے
مین ہون وہ صاف دل کہ عدو سے بہی کین نہین

چہپتا نہین چہپائے سے بگڑا ہوا مزاج
ابرو پہ بل نہین ہے کہ ماتہے پہ چین نہین

آتا ہے یاد ہائے وہ تکرارِ وصل پر
کہنا بگڑ بگڑ کے کسی کا نہین نہین

اچہے سے اچہی جمع ہین حورین بہشت مین
جسکی ہمین تلاش ہے وہ مہ جبین نہین

مہمان سے یہ بغض یہ کینہ نہین روا
گہر آئے کا ہی پاس تجہے اے زمین نہین

ادسکی زبان سے شکوہ تمہارا ۔ غلط غلط
مضطر تو اِس خیال کا اے نازنین نہین

محفل مین تیری جمع ہین سب اک ہمین نہین
کیا ظلم تیرا ہم پہ یہ اے مہ جبین نہین

کیونکر نہ اپنی گریۂ فرقت کا ہو ثبوت
دامن ہمارا تر نہین یا آستین نہین

گستاخ ہون نہ ہم کہین شوقِ وصال مین
اچھّی نہین ہے روز کی ہم سے نہین نہین

اوسوقت مین ہی مین تہا نہ تہی آنکھہ جب بھر
آتا ہے تو ہی تو نظر اب مین کہین نہین

مانا کہ شاہ رگ سے ہے میرے قریب تو
لیکن یہ کیا کہ میری نظر کے قرین نہین

اِسدرجہ اپنے حسن پہ نازان ہو کیلئے
دنیا مین میری جان حسین اک تمہین نہین

تمکو عدو کی بات تو آیت حدیث ہے
افسوس میری بات کا مطلق یقین نہین

کچہ غیر نے پڑہائی ہے پٹّی تجھے ضرور
بیوجہ آج تیری زبان پر نہین نہین

مضطر مین زور دیکے طبیعت پہ کیا کرون
دلکو مرے پسند ہی ایسی زمین نہین

آلہی آگئی فصلِ بہاری کیا گلستان مین
جو رہ رہکر ہمارا ہاتھ پڑتا ہے گریبان مین

تمہین کچھ شرم بہی ہے ساتھ رکھتے تھے جسے ہر دم
پہرا کرتا ہے سرگردان وہ اب کوہ وبیابان مین

نہ نکلا سخت مشکل ہے نہ نکلا ہے نہ نکلیگا
پہنسا ہے دل مرا ایسا کسی کی زلف پیچان مین

رقابت ایک ہرجائی کے باعث ہوگئی پیدا
یہودی مین نصارا مین برہمن مین مسلمانمین

نہ وہ آکے کچہ کہتا نہ ہم کچہ منہ سے بک اوٹہتے
خلل واعظ نے ڈلوایا ہمارے دین وایمانمین

چلایا غیر کی جانب تو یہ ہی ہوگیا زخمی
یہ وہ ہرا تو ڑ کیسا ہے تمہارے تیر مژگانمین

وہی وہ ہین اونہین کی حرکتین ہوتی ہین سب مجہسے
بسے ہین اسطرح آکر وہ میرے جسم اور جانمین

الٰہی آگ لگجاے مری ان آرزوؤن کو
نکلتی ہی نہین ایسی سمائی ہین دل وجانمین

وفائین ہمنے ظاہر کین تو وہ جہنجلا کے یون بولے
جو تم احسان جتانے ہو یہ کیا احسان ہے احسانمین

تری پازیب کی جہنکار کا یہ شوق ہے اتبک
ہم اپنی بیڑیان کہڑکا رہے ہین بیٹہے زندانمین

جو اسمین خاکساری ہے تو اوسمین خودنمائی ہے
تفاوت ہی تو اتنا ہے گدا مین اور سلطانمین

تکلف دلمین سی لون جس سے اپنے آپ ہی پہنا
نہین ہے اتنی مضبوطی مرے تار گریبانمین

ہمین ہین بیوفا بیشک بجا ہے اونکا یہ شکوہ
ذرا منہ ڈالکر دیکہین تو وہ اپنے گریبانمین

کہلے ہمکو بہی تقوی کی حقیقت حضرت زاہد
قدم رنجہ کبہی فرمائے تو بزم رندانمین

نہین تیرے سخن مین بات ایسی اتبک اے مضطر
بٹہائے جس سے کوئی تجہکو بہی بزم سخندانمین

حنا سے ہاتہ تو نکلو اپنے وہ لال کرتے ہین
اسی بہانے سے ہمکو حلال کرتے ہین

ہتو نکو داتی اس فن مین سچا دعوی ہے
کہ دلکے لینے مین ظالم کمال کرتے ہین

حیا و شرم کا اونکی کوئی ٹھکانا ہے
شب وصال بھی عذرِ وصال کرتے ہین

ہزار گالیان دیتا ہے ہمکو وہ بدخو
کبھی جو بوسے کا اوس سے سوال کرتے ہین

سُنا ہے در پہ محمدؐ کے جائے جو **مضطر**
عطا سے اپنی اوسے وہ نہال کرتے ہین

سُنکے دشمن کی بدی مجھسے بدلجاتے ہین
اونکی پیشانی سے پہرون کہین بلجاتے ہین

آنکھونکی راہ سے فرقت مین مرے لختِ جگر
اشک بن بنکے مرے ہیجان نکلجاتے ہین

حشر کے وعدہ پہ یہ بات مجھے دیکھنی ہے
اس پہ بھی رہتے ہین قایم کہ بدلجاتے ہین

قیدیونکا ترے کچھ ڈھنگ نرالا دیکھا
بیڑیان توڑکے زندان سے نکلجاتی ہین

وصل کے وعدہ پہ ہم آپسے راضی ہونگے
ہونگے وہ اور جو باتون مین بہلجاتے ہین

دیکھہ قاتل مین پُر ارمان چلا دنیا سے
جیتے جی لوگونکے ارمان نکلجاتے ہین

یہ بھی احسان ہے مجھپر جو تصوّر بن کر
آکے وہ سامنے آنکھونکے ٹہلجاتے ہین

دمِ عیسیٰ سے بگڑتے ہین مریضِ اُلفت
اور بیمار سنبھالے سے سنبھل جاتے ہین

لاکھہ ہشیار رہو آجاتا ہے اونکے چھل مین
چال وہ ایسی نئے ڈھنگ سے چلجاتے ہین

امتحان دینے کی ٹھہری ہے عدو کی اپنی
کون ہو پاس وہان دیکھئے کلجاتے ہین

تیرہ بختی مین کسی کا نہین دیتا کوئی ساتھہ
اقربا دوست سب اوسوقت بدلجاتے ہین

دیکھکر پاس مرے اوس بتِ شعلہ رو کو
آتشِ رشک سے دشمن مرے جلجاتے ہین

حضرتِ شیخ کا پیری مین بھی جھپن نہ گیا
دیکھتے ہی وہ حسینون کے مچلجاتے ہین

ہے فقیری مین امیرانہ دماغ مضطر
رسّی جلجاتی ہے لیکن کہین بلجاتے ہین

جو پہلے ہمین رخ دکھاے ہوے ہین
وہ اب کس لیے منہ چھپائے ہوئے ہین

وہ نظرون سے سب کی بچائے ہوئے ہین
جو ہاتون سے سینہ چھپائے ہوئے ہین

جو ہستی کو اپنی مٹائے ہوئے ہین
خدا سے وہی لو لگائے ہوئے ہین

محبت مین صدمہ اوٹھائے ہوئے ہین
بہت داغ ہم دل پہ کھائے ہوئے ہین

وہ میت پہ آکر مری ہنس کے بولے
عبث آپ دم کو چرائے ہوئے ہین

نہین یہ خبر کس کی مشکل ہو آسان
وہان سیکڑون سر جھکائے ہوئے ہین

وطن نے ہمین چھوڑا ہم نے وطن کو
کہ غربت مین مدت سے آئے ہوئے ہین

کوئی کارگر اون پہ افسون نہ ہوگا
وہ پیر فلک کے پڑہائے ہوئے ہین

تنفر تہا جنکو وہ اے تیری قدرت
مرے گہر مین مہمان آئے ہوئے ہین

فسانہ مرا سن کے وہ شوخ بولا
یہ قصے تو پہلے سنائے ہوئے ہین

نہ آئین وہ پروا نہین ہمکو مضطر

تصور مین نقشہ جمائے ہوئے ہین

غم مین یہ سچ ہے کہ فریاد کیا کرتے ہین / ضبط بہی اے دلِ ناشاد کیا کرتے ہین
شکوۂ جور پہ وہ کہتے ہین چاہو نہ ہمین / ہم تو عُشاق کو برباد کیا کرتے ہین
مرا مجنون مرا دیوانہ مرا شیدائی۔ / وہ مجہے پیار ہین ارشاد کیا کرتے ہین
وہ تو آتے نہین ہان سیکڑون ارمان آکر / اوجڑے دلکو مرے آباد کیا کرتے ہین

جو زمانہ تہا بُرا اونکے ستم کا مضطر / اوسکو بہی ہائے ہم اب یاد کیا کرتے ہین

ہمہ تن آرزو و شوق و تمنا ہون مین / دلِ مشتاق ہون مین دیدہ شیدا ہون مین
رشکِ اغیار مجہے ہے تو تجہے کیا ہمدم / میری تقدیر مین جلنا ہے تو جلتا ہون مین
ذکر حورانِ جنان مجہسے نہ چہیڑا ے واعظ / مدعی گہات تری خوب سمجہتا ہون مین
مین کرون آپکو رسوائے جہان۔ خیر تو ہے / توبہ توبہ یہ خیال آپ کو۔ ایسا ہون مین
تیرے کوچہ مین پڑے رہنکی ہو کچہ تو سبیل / کاش اغیار ہی کا نقشِ کفِ پا ہون مین
آشنا بحر محبت سے نکالین تو سہی / لے ہی ڈوبون اُنہین وہ ڈوبنے والا ہون مین

نظرِ اہلِ نظر میرے سخن پر مضطر۔ / کیون نہ ہو۔ دیکہنے والا ہی تو کسکا ہون مین

اس لئے ہم بہی سرِ شام چلے آتے ہین
پاکے موقع وہ لبِ بام چلے آتے ہین

چھیڑنے کو مرے وہ رشکِ قمر کہتا ہے
غیر کے نامہ و پیغام چلے آتے ہین

چشمِ الفت نہ سہی چشمِ مروت ہی سہی
سوچکر کچھ تو وہ انجام چلے آتے ہین

اونکا دیدار کسیکو کبھی ہوتا ہوگا
ہمتو ناکام کے ناکام چلے آتے ہین

خط مرا دیکھہ کے وہ بولے الٰہی توبہ
خط پہ خط روز مرے نام چلے آتے ہین

آج اغیار بہی اوس بزم سے اے حضرتِ دل
شکرِ صد شکر کہ ناکام چلے آتے ہین

مہربانی بہی ہے اونکی تو شرارت آمیز
خط ہین لکھے مجھے دشنام چلے آتے ہین

آج مضطر ترے اوستاد کی وہ شہرت ہے
ہر جگہ سے اونہین انعام چلے آتے ہین

ذکرِ دشمن سے تم خفا تو نہین
تم کو اس بات کا گلا تو نہین

ظلم پر ظلم شوق سے نہ کرو
مین ہون مین کوئی دوسرا تو نہین

تم مسیحا ہوئے تو کیا حاصل
کچھ مرض کی مرے دوا تو نہین

کیون اسے خاک مین ملاتے ہو
نامہ بر میرا مدعا تو نہین

آج چپ چاپ کیون ہو سچ کہدو
کچھ کسی نے کہا سنا تو نہین۔

مارتے ہین کبھی جلاتے ہین
اور پھر بت ہین یہ خدا تو نہین

صاف فرمائیے خدا کے لئے
آپ مضطر سے اب خفا تو نہین

آدمیت گر نہین انسان مین
فرق کچھ باقی نہین حیوان مین

دل لگانے کی سزا دیجے مجھے
آئے جو کچھ آپکے ایمان مین

کیون بگڑتے ہو مری جان بےسبب
مجھسے گستاخی ہوئی کیا شان مین

بوسہ لینے کی قسم لے لیجیے
عرض کچھ کرنا ہے مجھکو کان مین

لغو گوئی کے سوا مضطر بتا
خاک بہتر ہے ترے دیوان مین

پوچھا جب زاہد نے کیا ہے آج مضطر ہاتھ مین
دیدیا جھٹ مین نے شیشہ اور ساغر ہاتھ مین

تیرا دیوانہ جہان جاتا ہے سب چھوٹے بڑے
اوسکے پیچھے بھاگتے ہین لیکے پتھر ہاتھ مین

مین ہون وہ گم گشتہ رہ ہو رہبری میری محال
لیکے مشعل بھی چلین گر خضر رہبر ہاتھ مین

اوسکے قبضے سے جو نکلا دل تو اوسنے یہ کہا
کیا ارم جاتی رہی افسوس آکر ہاتھ مین

لوٹ کیون ہو اسقدر میرے دل سوزان پہ تم
دیدہ و دانستہ کیون لیتے ہو اخگر ہاتھ مین

مجھسے کہتی ہین جوانی کی امنگین باربار
ہر گھڑی پہلو مین وہ ہو اور ساغر ہاتھ مین

کیون نہ ہو امید بخشش پھر نہین روز جزا

رکہین گے نانا ہمارا ہاتہ مضطر ہاتہ مین

وہ زلفونکو اپنی جو سلجہا رہے ہین　　مرے دلکو اولجہا کے تڑپا رہے ہین

مجہے خونِ ناحق کا کیا غم ہو ہمدم　　وہ خود اپنی حرکت پہ پچہتا رہے ہین

نہ کیون ہر قدم پر پڑین دل ہزارون　　وہ کس ناز و انداز سے آ رہے ہین

کہون کیا شکایت ہے اونکے ستم کی　　کہ اپنے کیے کی سزا پا رہے ہین

بہلا کیا خطا ہو گئی ایسی ہم سے　　ہمین چہوڑ کر آپ کیون جا رہے ہین

بتون کی محبت سے باز آو مضطر
بہت دیر سے تمکو سمجہا رہے ہین

وہ تصویر مین بہی گر شکل دکہا دیتے ہین　　مردمِ دیدۂ دل آنکہون مین جا دیتے ہین

پوچہتا ہے کوئی اون سے جو ٹہکانا میرا　　میرے مرقد کو وہ انگلی سے بتا دیتے ہین

اپنی محفل مین جگہ دیتے ہین وہ دشمن کو　　ہم اگر در پہ بہی بیٹہین تو اوٹہا دیتے ہین

بات کرنیکا جو موقع نہین ملتا ہے اونہین　　اپنی پازیب کی جہنکار سنا دیتے ہین

اک نہ اک چہیڑ نئی ہم سے چلی جاتی ہے　　بیٹہے بیٹہے وہ نیا فتنہ اوٹہا دیتے ہین

اونکے کوچہ مین نہ بہولے سے بہی جانا مضطر
کہ وہ دل چہین کے آنیکی سزا دیتے ہین

یہ شغل ہے شریفون کا اِس زمانے مین
قمار خانے مین ہین یا شراب خانے مین

جو اونکے چاند سے مکھڑے کی کھینچ دی تصویر
ہم اپنی جان اوسے دینگے مختانے مین

آلہی ایسے ہی شیر و شکر رہین تا زیست
نہ فرق آئے مرے اونکے دوستانے مین

یہ فیضِ پیرِ مغان ہے کہ آج زاہد بھی
گیا ہے گھر سے خدا کے شراب خانے مین

زکواۃِ حسن جو دیتے رہو فقیرون کو
کمی نہ آئے کبھی حسن کے خزانے مین

کہان ہماری یہ تقدیر ہے کہان یہ نصیب
جو آپ آئین ہمارے غریب خانے مین

ہمارے دلپہ مصیبت بہت گذرتی ہے
کسی کے کاکلِ پیچان کے قید خانے مین

غم و الم سے کوئی دم کو ہو تو ہو فرصت
وگرنہ عیش تو عنقا ہے اِس زمانے مین

وہ جسکو چاہے گدائی دے پادشاہی دے
کسیکو دخل ہے قدرت کے کارخانے مین

گلون کے قرب مین رہنے سے باغبان جلکر
لگا دے آگ نہ بلبل کے آشیانے مین

اُتار سر سے حوالے کی شیخ نے دستار
ملا نہ مفت جو بادہ شراب خانے مین

وہ اب حکایت مجنون ذرا نہین سنتے
کچھ ایسا لطف ملا ہے مرے فسانے مین

ہمارے دلمین بھی ہونے لگی کچھ اولجھن سی
جب اولجھی زلف پریشان کسیکی شانے مین

نگاہِ لطف ہو اسپہ ہی خواجۂ اجمیر
یہ عرض کرتا ہے مضطر بھی آستانے مین

چرچہ ہمارے عشق کا ظالم کہان نہین
اپنی وفا و مہر کا کس جا بیان نہین

کب دود آہ سے مرے گردون نہان نہین
کب آسمان اور نہ آسمان نہین

ہمدم اوڑیگی نیند مری اپنا کام کر
یہ درد و غم کا قصہ ہے کچھ داستان نہین

شرمندہ مین نہ کیون ہون سگ کوے یار سے
کہاے وہ کیا کہ تن مین مرے استخوان نہین

سودا زدہ نے اوسکے اوڑائی زمین کی خاک
سمجھے ہو آسمان جسے وہ آسمان نہین

کرتے ہو عاشقون کو ہر اک طرح تم اسیر
وہ پیچ کونسا ہے کہ تمکو روان نہین

مضطر ترے ستم کا نہ شکوہ کرے تو کیا
سب پر عیان ہے حال کسی سے نہان نہین

کچھ بھی تہذیب کا جوہر اگر انسان مین نہین
فرق پھر کچھ بھی اوس انسان مین حیوان مین نہین

وہ پریوش مری آنکھون مین پھرا کرتا ہے
جسکا ثانی بخدا سارے پرستان مین نہین

دیکھ لیگا کوئی کسطرح یہان تمکو بھلا
گھر مین بیٹھے ہو یہ جان کسی میدان مین نہین

دام مین پھانس لیا کیا اوسے تونے صیاد
شور و غل آج جو بلبل کا گلستان مین نہین

حیثیت کیا ہے جو لکھیگا صفت اوس بت کی
سر اوٹھانیکا بھی دم خامۂ سحبان مین نہین

بے چھپی تو نہین پی آئے کہو تو ہمسے
آج کیون شیخ جی تم جامۂ انسان مین نہین

مجھکو رہ رہ کے خیال آتا ہے اسکا مضطر

قابلِ دادِ غزل کوئی بہی دیوانمین نہین

ہم سے اب پردہ تمہین زیبا نہین
ہم نے کیا تمکو کبہی دیکہا نہین

پہر اوسی انداز سے ہنس بول لو
اور کچھ بہی مدعا دل کا نہین

آپ میری جان کے خواہان نہون
دیدیا دل یہ بہی کچھ تہوڑا نہین

دل ہی مین پاتا ہون جلوہ یار کا
طور پر کیون جاؤن کچھ موسیٰ نہین

ڈہونڈ لینگے کوئی معشوق اور ہم
کچھ تجہی پر مہ جبین ٹہیکا نہین

کیا کرین کیونکر وصالِ یار ہو
زور کچھ تقدیر پر چلتا نہین

دیکہیے دہوکا شبِ غم جان بہی
وقتِ بد مین کوئی بہی اپنا نہین

صورتِ نرگس ہے وہ بہی بد لحاظ
شرم کا جس آنکہہ مین پردا نہین

خاک ہے بے اوسکے لطفِ زندگی
ہے یہ جینا جانکنی جینا نہین۔

طور ہو یا آسمان ہو یا ہو عرش
کس جگہ **مضطر** ظہور اوس کا نہین

کس غضب کی نگہہ ناز کا مارا ہون مین
کہ مسیحا بہی جو آئین تو نہ اچہا ہون مین

یاد آتا ہے جو ہم وصل کسی کا ہونا
اوسکی تصویر کو سینے سے لگاتا ہونمین

عشق بازونمین تو مین کہتا ہون مین ہون بےمثل
حسن والونمین وہ فرماتے ہین یکتا ہونمین

اک زمانہ تو نہین کہتا ہے قاتل اپنا
اور تم کو ہے یہ دعوی کہ مسیحا ہون مین

وہ اندہیرے مین جو ڈرتے ہین یہان آنیسے
حُسن کہدیتا ہے اونکا کہ اُجالا ہون مین

مجہہ جُنونی کی نہین ایک سی حالت ہر وقت
کبہی ہنستا ہون جنُونمین کبہی روتا ہونمین

دوست ہُون دوستون کا دشمنونکا دشمن ہُون مین
سیدہا سیدہے سے ہون اور ٹیڑہے سے ٹیڑہا ہونمین

سائلِ وصل جو ہوتا ہُون کسی سے **مضطر**
بول اوٹہتا ہے مقدر ابہی روٹہا ہُونمین

خواہش نہین اب اونکی جو ہم آرزو کرین
ملنے کی اب ہمارے وہی جستجو کرین

دشمن کو آپ لائین ذرا روبرو کرین
دو دو کلام اوس سے بہی ہم دوبدو کرین

بدنام عام عشق ہین مجہکو عدو کرین
رسوا نہ میرے ساتہہ اونہین چارسو کرین

ممکن نہین کہ تیری کمر کا پتہ چلے
گو ہم زمین سے تا بفلک جستجو کرین

دو چار جام پینے سے کیا ہوگا ساقیا
ہم بادہ نوش وہ ہین جو خالی سبو کرین

چودہ طبق زمین و فلک کے ہون جلکے خاک
ہم دِل جلے کسی دن اگر منہ سے ہو کرین

تیرا اشارہ پائین تو پروانہ وار ہم
تجہپر نثار جان کو اے شمع رو کرین

ساقی تری طرح ہو اگر ہمکو اختیار
مانگے جو کوئی جام تو حاضر سبُو کرین

تنگ آگئے ہین جوشِ جنون تیرے ہاتہ سے
ہم کبتک آخر اپنا گریبان رفو کرین

ممکن نہین کہ چہوڑ دین تجہسے حسین کو
گولا کہہ بار عہد ہم اے ماہ رو کرین

عمر اپنی آن بان سے دنیا مین کٹ گئی
کتنی رہی ہے اب جو خوشامد کی خو کرین

میخانہ وہ جگہ ہے کہ آکر جنابِ شیخ
اپنی خوشی سے بیعتِ دستِ سبو کرین

مضطر وہی ملیگا جو قدرت نے لکہدیا
پہر کیا غرض ہے اسکی کہ ہم جستجو کرین

مدح محبوب العاشقین

خدا کے خاص منظور نظر مشتاقِ احمد ہین
ادہر ساری خدائی ہے جدہر مشتاقِ احمد ہین

مریدانِ عقیدت مند کو کیا خوف محشر کا
طرفدار اور حامی اونکے گر مشتاقِ احمد ہین

فرشتے بہی زیارت کیلئے آئین تو زیبا ہے
خدا کے فضل سے ایسے بشر مشتاقِ احمد ہین

تصور مین نظر آتا ہے جلوہ ہر طرف اونکا
ادہر مشتاقِ احمد ہین اودہر مشتاقِ احمد ہین

اسی نامِ مبارک سے یہ پاجاتے ہین کچہ تسکین
دوائے دردِ دل دردِ جگر مشتاقِ احمد ہین

اونہین کی رات دن صورت پہرا کرتی ہے آنکہون مین
مرے پیش نظر آٹہون پہر مشتاقِ احمد ہین

نہ مرتے ہین نہ جیتے ہین یہ فرقت مین ہے حال اپنا
ہمارے حال سے کیون بیخبر مشتاقِ احمد ہین

وہ دن آئے خداوندا کہ مین کہتا ہوا جاؤن
کدہر مشتاقِ احمد ہین کدہر مشتاقِ احمد ہین

خدا کے فضل سے مضطر بہی خوش قسمت ہے یا حضرت
یہ شایق آپکا ہے آپ اگر مشتاقِ احمد ہین

ردیف واوٗ

شایقِ دید نہ ہو صورتِ موسیٰ۔ دیکہو
ہر طرف دیکہنے والو وہ تجلّے دیکہو

تیغ ابرو کے تو دیکہین ہین بہت سے بسمل
خنجرِ ناز کے بسمل کا تڑپنا دیکہو

بے نقاب آکے مری قبر پہ وہ کہتے ہین
تہا بہت دید کا شوق آج مین آیا دیکہو

کس صفائی سے وہ کہتے ہین بوقتِ رخصت
کل کے آنے کا نہین کرتا ہون وعدا دیکہو

ایک بوسہ بہی نہین تم سے دیا جاتا ہے
نقدِ دل مین نے دیا میرا کلیجا دیکہو

وہ تو کیا آتے کبہی خط بہی نہ آیا اون کا
میری پہوٹی ہوئی تقدیر کا لکہا دیکہو

جب کبہی کوئی حسین سامنے آجائے نظر
پہر مرے اِس دلِ نادان کا مچلنا دیکہو

بزمِ جانان مین تو جاتے ہو مگر اے مضطر
پہر نیا آج نہ اوٹّہے کوئی فتنا دیکہو

اللہ اونکو میری خبر کچھ نہ کچھ تو ہو
نالونکا میرے ولیہ اثر کچھ نہ کچھ تو ہو

یارب ملا دے یار سے یا مجہکو موت دے
اچّہا ہو یا برا ہو مگر کچھ نہ کچھ تو ہو

عہد اپنا تم نے توڑ کے پھر آنکھین چار کین
نادم خطا پہ اپنی بشر کچھ نہ کچھ تو ہو

دل ہے جگر ہے جان ہے ایمان ہو انہی پاس
اُنہین سے اونکے پیش نظر کچھ نہ کچھ تو ہو

مجھکو بلائین یا مرے گھر آپ آئین وہ
اے آہ تیر اون پہ اثر کچھ نہ کچھ تو ہو

کہانیکے واسطے غم عقبیٰ ہی لیکے جائین
دنیا سے ساتھ زاد سفر کچھ نہ کچھ تو ہو

برسون سے منتظر ہے یہ مضطر جواب کا
ارشاد آج رشک قمر کچھ نہ کچھ تو ہو

کہا یہ مجھسے کہ میری طرف نہین دیکھو۔
سبب جو پوچھا تو بولا وہ مہ جبین دیکھو

کرو نہ اونکا گلہ کچھ بھی اے جناب دل
خدا کے واسطے سُن لین نہ وہ کہین دیکھو

سنبھل کے ذبح کرو کیون ہے ایسی گھبراہٹ
لہو ہین میرے نہ بھر جائے آستین دیکھو

لگاؤ منہ نہ کمینے کو ہم نہ کہتے تھے
رقیب ہو گیا گستاخ اب تمہین دیکھو

ذلیل گروہ سمجھتے ہین تمکو اے مضطر
ضرور ہے کہ کوئی اور تم حسین دیکھو

لیکے دل آنکھ چُراتے ہو یہ کیا کرتے ہو
دل مضطر کو ستاتے ہو یہ کیا کرتے ہو

آپ سے پہلے کہین جان نہ جائے میری
اپنے جانیکی سُناتے ہو یہ کیا کرتے ہو

چال ایسی نہ چلو جس سے قیامت پس جائے
سوتے مردون کو جگاتے ہو یہ کیا کرتے ہو

آج تک مجھکو جھلک بھی نہ دکھائی اپنی
غیر کے سامنے آتے ہو یہ کیا کرتے ہو

وصل مین مین نے جو چھیڑا تو وہ بولے مضطر
واہ وا ہمکو ستاتے ہو یہ کیا کرتے ہو

قتل کرتا ہے تو اب کس لئے قاتل مجھکو
کر چکی تیغ ادا پہلے ہی بسمل مجھکو

اپنے قاتل کا مین کس شکل سے احسان بہولون
کر لیا اپنے شہیدون مین ہے داخل مجھکو

صحبت غیر سے اتنی بھی نہ پائی فرصت
کبھی نامہ بھی نہ بھیجا بت غافل مجھکو

خنجر ناز سے اک وار مین کر کام تمام
اب نہ تڑپا تو زیادہ مرے قاتل مجھکو

واہ رے فیض رہی فکر دو عالم نہ ذرا
حضرت عشق سے ملے مرشد کامل مجھکو

قاتل خلق ہے وہ اور ستم تو دیکھو
ہے یہ تاکید کہے کوئی نہ قاتل مجھکو

نقد دل نذر کیا پا کے اشارہ اون کا
مضطر اب کہتے ہین سب حضرت بیدل مجھکو

اگر اچھی مری تقدیر نہین ہے تو نہ ہو
تو ہی میرا بت بے پیر نہین ہے تو نہ ہو

آپکی مہر تو ہے وعدہ کے خط پر صاحب
آپکے ہاتھ کی تحریر نہین ہے تو نہ ہو

خنجر ناز سے وہ قتل کرینگے مجھکو
ہاتھ مین اونکے جو شمشیر نہین ہے تو نہ ہو

کسطرح جاؤن کہین زلف کا قیدی ہون مین
پاؤن مین گر مرے زنجیر نہین ہے تو نہ ہو

خود وہ موجود ہین جب میرے تصور مین یہان
پہر مرے پاس جو تصویر نہین ہی تو نہ ہو

خواب مین بیٹھے سے لپٹا ہی چکا ہون اونکو
ظاہری خواب کی تعبیر نہین ہے تو نہ ہو

گاؤن شاہی جو عطیہ ہین وہی کافی ہین
اور مضطر کوئی جاگیر نہین ہے تو نہ ہو

مفلس غریب بندہ پروردگار رہو
لیکن نہ ہمسا کوئی زمانے مین خوار ہو

ہمدرد کوئی ہو نہ کوئی غمگسار ہو
گہر کیون نہ مجھکو قبر شب انتظار ہو

جب مینے ہجر یار مین رو رو کی جاندی
شمع مزار کیون نہ مری اشک بار ہو

یہ بہی کوئی طریق بہلا دوستی کا ہے
جو ہو عدو ہمارا وہی تیرا یار ہو

تیرا سلوک یاد دلاؤن مین تجھکو کیا
اپنی خطا پہ آپ ہی تو شرمسار ہو

یہ کہہ رہا ہے چرخ زمین سے جھکا ہوا
مین سر پہ اوسکے صدقہ تو پا پر نثار ہو

پہلی سی بات دل کے دکھانے پہ اب کہان
گو دوستی ہماری تمہاری ہزار ہو

مشت غبار میرا اٹھانے سے تو لگا
لیجا صبا اوڑا کے جہان کوئے یار ہو

مضطر اک اور بہی ہو غزل اس زمین مین
لیکن وہ اس غزل سے ذرا زور دار ہو

جب بے مزا جوانی کا ابر بہار ہو
مضطر ہو دور جام ہو اور بزم یار ہو

جنبش ہین وان جو ابروے خمدار یار ہو
یان دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہون سینہ فگار ہو

جسنے کسی کو تو نہ کہا اور نہ تو سُنا
اوسکو تمہاری بات کی کیونکر سہار ہو

اے شمع رو دکہا دے اگر رُخ نقاب سے
پروانہ وار تجہپہ زمانہ نثار ہو

یہ بہی خدا کی شان ہے ہم جن پہ جان دین
وہ ہم سے پوچہتے ہین کہ کیون اشکبار ہو

ٹہنڈی ہوا ہو ابر ہو باغ و بہار ہے
ساقی نہین تو پہر مجہے کیونکر قرار ہو

جیسا کہ تیرے عشق ہین مین ہوگیا ہون خوار
اللہ کرے کہ اس سے سوا تو بہی خوار ہو

جب ہی مزا وہ روتے ہون میّت پہ غیر کی
ہم ہنس کے پوچہین اون سے کہ کیون اشکبار ہو

ممکن نہین کہ گیسوے مشکین کی قید سے
بندہ نواز آپ کا قیدی فرار ہو

دل سے دعا یہی مری لیل و نہار ہے
بندہ کے بس مین بندہ نہ پروردگار ہو

مضطر تو سادہ گو ہے کرے کیا غزل پہ فخر
زیبا یہ بات اوسے ہے جو مضمون نگار ہو

دیا عشق اوسنے مجہکو حُسن بخشا روے جانان کو
کوئی کیا سمجہے۔ کیا جانے کوئی اس رازِ پنہان کو

تمہین ملنا نہین منظور تو ہمین بہی ہم خوش ہین
بلا لو اپنی حسرت کو بلا لو اپنے ارمان کو

زمین پر جسقدر اچہی بُری چیزین بنائین ہین
کیا ہے مالک و مختار سبکا اوسنے انسان کو

یہ حسرت کہہ رہی ہے اے مسیحا اب ہی تو آجا
اجل لینے کو آئی ہے ترے بیمار ہجران کو

تمہین یہ بے رخی ہر شخص سے کرنی نہین زیبا
ذرا تو پاس کرنا چاہیے انسانکا انسان کو

حکومت قیس اور فرہاد کی مطلق نہین باقی
لیا قبضہ مین جب سے تیرے وحشی نے بیابان کو

کہو پہر زیست کا اوسکی کوئی دنیا مین چارہ ہی
نہ مضطر کو بلاؤ تم نہ خود جاکر کبہی جہانکو

مری میت پہ آجانا دکہانا تہا یہ عالم کو
نہ وہ رونے کو آئے تہے نہ وہ آئے تہے ماتم کو

زمانہ ساتہہ اپنے عشق کا جہگڑا لگاتا ہے
بہٹکنے بہی نہین دیتے یہان تو پاس اس غم کو

ہمیشہ عشق مین ماتم کدہ رہتا ہے گہر میرا
بدل لیتا ہون گیارہ ماہ سے ماہ محرم کو

وہی اونکو بہی بعد مرگ ہم جیسا کفن ہوگا
پہنکر فخر کرتے ہین جو یان کمخاب و شبنم کو

خدا رکہے انہین وہ تو حیا کے ایک پتلے ہین
نہین ممکن کہ آنچل بہی دکہائین غیر محرم کو

فرشتون کو بہی وہ ہرگز میسر ہو نہین سکتا
خدا نے مرتبہ بخشا ہے جو فرزند آدم کو

اونہین کچہ غم نہین جولا شریک اوسکو سمجہتے ہین
بہریگا مشرکون سے وہ تو اے مضطر جہنم کو

ردیف ہائے ہوز

نعت سرورکاینات

اوجالا نورِ وحدت کا بڑہا دو یا رسول اللہ　　یہ تاریکی مرے دل سے مٹا دو یا رسول اللہ

مرے اوجڑے ہوئے دلکو خدا کیواسطے جلدی　　بسا دو یا رسول اللہ بسا دو یا رسول اللہ

یہ جیبہا سے سیم و زر نظروں مین میری ہیچ ہوجائے　　مجھے وہ گنجِ عرفان تم دکہا دو یا رسول اللہ

مسافر ہون مین گمگشتہ کوئی رہبر نہین ملتا　　مجھے تم راہِ وحدت کی بتا دو یا رسول اللہ

ترستا ہے درِ اقدس پہ حاضر ہونیکو **مضطر**
بلانے کیون نہین اوسکو بتا دو یا رسول اللہ

در حضرت خواجہ اجمیر

دکہا دو شکلِ نورانی مرے خواجہ مرے خواجہ　　بحقِ شاہِ جیلانی مرے خواجہ مرے خواجہ

تمہارا در ہے ایسا جسپہ ہر دم باادب ہوکر　　ملک کرتے ہین دربانی مرے خواجہ مرے خواجہ

بلا کر اپنے روضہ مین دکہا دیجے رُخِ انور　　فروغِ ماہِ کنعانی مرے خواجہ مرے خواجہ

غضب ہے آکے اِس در پہ اگر محروم مین جاؤن　　یہ ہے دربارِ سلطانی مرے خواجہ مرے خواجہ

ہوا و حرصِ دنیا سے چھوڑا دیجے مجھے جلدی　　کہ ہے دلکو پریشانی مرے خواجہ مرے خواجہ

خدا نے وہ دیا رتبہ کوئی مشرق سے مغرب تک　　نہین ہے آپکا ثانی مرے خواجہ مرے خواجہ

سگِ درِ آپکا **مضطر** کہان سے وہ زبان لائے

کرے جس سے ثنا خوانی مرے خواجہ مرے خواجہ

مدح شاہِ دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

وظیفہ ہے یہی ہر دم ہمارا شاہِ آصفجاہ
پھلا پھولا رہے گلشن تمہارا شاہِ آصفجاہ

جدھر سنئے رعیت فخر سے یہ بات کہتی ہے
ہمارا ہے ہمارا ہے ہمارا شاہِ آصفجاہ

ابھی ہوتی ہے کشتی پار اپنی بحرِ غربت سے
ذرا دیدیجئے اسکو سہارا شاہِ آصفجاہ

برآمد تھی سواری ساتھ پیارے شاہزادون کے
نظارہ ہوگیا ہمکو تمہارا شاہِ آصفجاہ

غرض کیا ہے کرین کیون ذکر حاتم کی سخاوت کا
کہ جب موجود ہے حاتم ہمارا شاہِ آصفجاہ

نگاہِ مہر سے جب کردیا عالم کو مستغنی
مری جانب بھی ہو جائے اشارا شاہِ آصفجاہ

محبت کا تمہاری جسکے دل مین جمگیا سکہ
بنا بے دام وہ بندہ تمہارا شاہِ آصفجاہ

تصدق ہوکے قدمون پہ یہی اقبال کہتا ہے
تمہارا ہون تمہارا ہون تمہارا شاہِ آصفجاہ

امام الاولیا کا کیون نہ ہو سایہ بھلا اوس پر
کہ ہے شاہِ ولایت کا وہ پیارا شاہِ آصفجاہ

تری سرکار مین جو عدل اور انصاف دیکھا ہے
قلم وہ لکھہ نہین سکتا ہمارا شاہِ آصفجاہ

نظام الملک محبوب علیخان جنکو کہتے ہین
اونہین کا ہے لقب مضطر یہ پیارا شاہِ آصفجاہ

اوٹھا لین گے وہ اب ہمسے حجاب آہستہ آہستہ
میسر ہوگا اونکے ساتھہ خواب آہستہ آہستہ

مین کل شب بوسے لیتا تہا تو وہ جلدی سے ہنس ہنسکر
لگا لیتے تہے بوسونکا حساب آہستہ آہستہ

ذرا جانے تو دو خوش دشمنونکو اوسکے کوچہ مین
وہ واپس آئینگے ناکامیاب آہستہ آہستہ

سر محفل مین چپکے سے سوال وصل کرتا تہا
وہ مجہکو دیتے جاتے تہے جواب آہستہ آہستہ

خفا جب مجہپہ ہوتے ہو تو آتا ہے غضب کیا
عدو پر گر کبہی ہو تو عتاب آہستہ آہستہ

ابہی سے خون ناحق پر کمر جب تمنے باندہی ہے
زمانہ دیگا قاتل کا خطاب آہستہ آہستہ

اوسی صورت محبت اونکی کم ہوتی گئی ہمکو
گیا جسطرح سے اونکا شباب آہستہ آہستہ

نہین پیتا نہین پیتا یہ کہہ کہہ کر ہی آکے زاہد
چڑہالی خم کے خم تونے شراب آہستہ آہستہ

سوا اسکے نہ کچھ حاصل ہوا تیری محبت مین
کہ **مضطر** کا ہوا خانہ خراب آہستہ آہستہ

مجہے جب ہوئی اون سے الفت زیادہ
اونہین ہوگئی مجہسے نفرت زیادہ

خدا ہی بچائے تو بچ جائے شاید
ہے بیمار کو تیرے غفلت زیادہ

نہین کچھ بڑی بات یہ تیرے نزدیک
نہ کر ایک بوسہ پہ حجت زیادہ

تصدق کیا نقد دل جب سے ہم نے
ہوئی حسن کی اونکے شہرت زیادہ

وہین تفرقہ چرخ بدخو نے ڈالا
کہین دو مین دیکہی جو الفت زیادہ

فقیردن کو بہی ایک بوسہ عطا ہو۔	کرے گا خدا حسن دولت زیادہ

ڈرین کیون خطاؤن پہ ہم اپنی مضطر
گناہون سے ہے اوسکی رحمت زیادہ

ہے مجہکو اون کے خال پہ اختر کا اشتباہ	دندان پہ اونکے ہے مجہے گوہر کا اشتباہ
جب چودہوین کے چاند پہ میری نظر پڑی	اکثر ہوا ہے اوس مہ انور کا اشتباہ
تہرا گیا ہین دیکہہ کے ابروئے یار کو	واللہ مجہکو ہوگیا خنجر کا اشتباہ
رورو کے ہم نے پل مین وہ دریا بہادیا	جس پہ ہوا ہے اون کو سمندر کا اشتباہ

اچہا کلام ہے نہ کچہہ اچہی زبان ہے
مضطر پہ کس طرح ہو سخنور کا اشتباہ

ردیف یائے تحتانی

مدح حضرت صابر کلیری

تم ہو بزم چشت کے سلطان صابر کلیری	اور ہو گنج شکر کے جان صابر کلیری
راتدن قبر مبارک پر نہایت شوق سے	ہوتے ہین آکر ملک قربان صابر کلیری

آپ کا مہرِ ولایت جبکہ طالع ہوگیا
لائے اوسدم تیرہ دل ایمان صابر کلیری

سیکڑون شاہ وگدا آتے ہین در پر باغرض
کی خدانے آپکی وہ شان صابر کلیری

خاندانِ چشتیہ اور خاندانِ قادری
آپ پر سو جان سے ہین قربان صابر کلیری

ناخنِ لطف وکرم سے آپکے نکلے گا یہہ
غم کا میرے دلمین ہے پیکان صابر کلیری

آپ مخدومِ زمان ہین اے علاؤالدین ولی
سب ہین خادم آپکے ہر آن صابر کلیری

غیر ممکن تھا جو مضطر آپکی کرتا ثنا
آپ کا ہی فیض ہے سلطان صابر کلیری

غضب شوخی ہے چشمِ فتنہ زا کی
حد ہر دیکھا ادہر آفت بپا کی

تمہین سچے سہی لو اب تو خوش ہو
جفا ہان ہم نے کی تم نے وفا کی

مرا پیغام لیجائے وہان تک
رسائی ہو اگر بادِ صبا کی

بنادے اپنا مستانہ بنادے
سنگھادے بو مجھے زلفِ دوتا کی

تم اب ہر شخص سے ہو بے تکلف
حیا و شرم جو پہلے تھی کیا کی

اثر جس کا نہ ہو دلپر بتون کے
جو ایسی آہ ہم نے کی تو کیا کی

لیا کر چٹکیان اب دلمین بیٹھا
سبب تجھے جا دلمین دی ہم نے خطا کی

مرے نازون کے پالے دل کو لیکر

دغا کی اوس نے اے مضطر دغا کی

سنتا ہی نہین وہ بُت بے پیر ہماری
کیا ہوگئی وہ آہ کی تاثیر ہماری

سیدہی نہین پڑتی کوئی تدبیر ہماری
برگشتہ ہے کچھ اندنون تقدیر ہماری

ہم قیدیون کے نالون سے ہے شورِ قیامت
گردون کو ہلا دیتی ہے زنجیر ہماری

باتون مین پری زادون کو کرتے ہین مسخر
جادو کا اثر رکھتی ہے تقریر ہماری

کس جرم پہ دیتا ہے نئے رنج شب و روز
تقصیر ہے کیا اے فلکِ پیر ہماری

اپنا تو ارادہ اوسی کوچہ کا ہے مضطر
لے جائے کہان دیکھئے تقدیر ہماری

تیرے پرتو سے قمر کی شکل نورانی ہوئی
شک نہین اسمین ذرا یہ باتے ہانی ہوئی

زلف بکھری دیکھکر دل کو پریشانی ہوئی
آئینہ رو کو جو دیکھا مجھکو حیرانی ہوئی

تو نہ ہوتا تو یہ بربادی نہ ہوتی آج کو
تیرے ہاتون عشق میری خانہ ویرانی ہوئی

شکوہ آئے مگر نکلی نہ امیدِ وصال
داستان کمبخت میری ایسی طولانی ہوئی

تجھکو دعوی تھا بہت نقشہ نہ اونکا کہیچ سکا
آج شیخی کرکری سب تیری اے مانی ہوئی

شکر ہے کیونکر ادا ہو کام جتنے تھے مرے
سب بگڑ کر بن گئے وہ شانِ رحمانی ہوئی

لو مبارک ہو تمہین مضطر دوبارہ گھر بسا

لوگ کہتے تھے تمہاری خانہ ویرانی ہوئی

کسی کی جستجو سارے زمانے مین پھرا لائی
مگر کچھ بھی نہ دیکھا ہمنے وہ سب کچھ دکھا لائی

جوانی نازنینون کے لیے ناز و ادا لائی
ہمارے واسطے لائی تو پیغامِ قضا لائی

کھلا جاتا ہون اِس غم مین کہ مدت سے خبر اوسکی
نہ کچھ پیغام بر لایا نہ کچھ بادِ صبا لائی

نہین آیا وہ میرے گھر مگر اتنو سرِ مرقد
محبت میری اوسکو کھینچ کر بعدِ فنا لائی

چھٹی ہستی کی پستی عالمِ بالا پر آ پہونچا
کہان تھا مین کہان مجھکو تلاشِ دلربا لائی

شبِ وعدہ ہماری حسرتون کا خون کر ڈالا
نئی رنگت تمہارے پاے نازک کی حنا لائی

مرا قاتل کا مقتل مین رہا جھگڑا یہ وقتِ قتل
وہ کہتا تھا قضا لائی مین کہتا تھا ادا لائی

مرے گھر خواب مین آتے ہوے بھی شرم آتی تھی
تجھے بزمِ عدو مین کس طرح تیری حیا لائی

کبھی قاتل نے مجھکو جھوٹے منہ سے بھی نہین پوچھا
تمناے شہادت سوے مقتل بارہا لائی

یہان آنا تو کیا وہ نام تک پہلے نہ لیتے تھے
مری آہِ رسا کچھ آج رستے پر لگا لائی

سمجھکر روزِ محشر خفتگانِ خاک اٹھ بیٹھے
قیامت کو بھی تیری چال ٹھکرا کر جگا لائی

مضطر

نہ آئے تھے ابھی تک ہم کسی کے داؤ مین
مگر لائی تو اپنے پیچ مین زلفِ دوتا لائی

دل دکھاے گی دل لگی دل کی
مجکو رلواے گی ہنسی دل کی

نہ چلی آج تک نسیم بہار
رونا آتا ہے جال پر اپنے
دام کاکل مین پہانس کر اوسنے
نہ کسی کی سُنی محبت مین

یونہین مُرجہا گئی کلی دل کی۔
دیکہکر مجکو بے کسی دل کی
پہر کسی دن خبر نہ لی دل کی
ہائے کیون ہم نے کی خوشی دلکی

عشق بازی مین تم نے اے مضطر
اچھّی مٹّی خراب کی دل کی

مجکو برباد کیئے دیتی ہے الفت تیری
ناز و انداز و ادا حُسن و نزاکت تیری
وقتِ مردن میرے بولا وستمگر ہنسکر
ظلم جو چاہے تو کر ہو نہ مگر مجھ سے جدا
دیکے دل پڑ گئے اب جان کے لالے مجہکو
دادرس تیرے سوا کون ہے میرا ظالم
واعظا اک بات بہی بیخاردن کی مطلب کی نہین

سامنے میرے رہا کرتی ہے صورت تیری
ہو مبارک تجھے یہ دولت و حشمت تیری
جلد رخصت ہو کہ پوری ہوئی رخصت تیری
کہ گوارا نہین ہرگز مجھے فرقت تیری
کیا دکہائیگی خدا جانے محبت تیری
مین کہان جاؤن بہلا لیکے شکایت تیری
کون سُنتا ہے بہلا ایسی نصیحت تیری

پھر تو آجائے مزا خلد کا مضطر تجہکو
کوچۂ یار مین بن جائے جو تربت تیری

کیا دکہائے گی خدا جانے یہ قسمت میری
دن بدن غیر ہوئی جاتی ہے حالت میری

مجھسے ملنے کو جو آئی شب عشرت میری
رشک سے پاس نہ پھٹکی شب فرقت میری

وعدہ مجھسے ہے چلے جائین نہ وہ غیر کے گہر
کشش عشق ترے ہاتہہ ہے عزت میری

سوتے ہین وہ انہین کسطرح سے بیدار کرون
دل مشتاق نہین بڑتی ہے ہمت میری

آپ کا کشتہ ہے گر آپ جلائین تو جئے
ان سے کہتی ہے مرے بعد یہ حسرت میری

کوئی دیوانہ ہے مدفون جو وحشت ہی یہان
غیر سے کہتے ہین وہ دیکھکے تربت میری

گالیان سنکے بہی مطلب کی کہے جاتا ہون
مانتی ہی نہین کمبخت طبیعت میری

لکہا جب کاتب تقدیر نے قسمت مین تو پہر
چہوڑ کر مجھکو کہان جائے مصیبت میری

اور کیا چاہیئے اب اسکے سوا اے قاتل
تیرے ہان ہوگئی مقبول شہادت میری

جب کہا تم نہین آتے تو تصور مین تو ہو
ہنس کے فرمایا کہ یہ بہی ہے عنایت میری

ہار یہ میرے گلے کا جو ہوئی ہے **مضطر**
جان کیا لے کے ٹلیگی شب فرقت میری

آ رہی ہے کیون صبا تو آج اترائی ہوئی
دیکھہ لی ہے کیا کسی کی چال اٹھلائی ہوئی

ہوگیا موجود آکر آرزوون کا ہجوم
وصل کی شب کیا ہماری اونکی تنہائی ہوئی

ساقیا دے مجھکو جلدی آج تو بہر بہر کے جام
پڑرہی ہین بوندیان بہی ہے گھٹا چہائی ہوئی

ایک مدت خوب حسن و عشق کے چرچے رہے
سارے عالم مین ہماری اونکی رسوائی ہوئی

فیصلہ کردو ہمارا۔ دیکھ لو اچھی طرح
نیم لبسمل کر رہی ہے آنکھہ شرمائی ہوئی

پوچھتا ہے مسکرا کر میری میت پر وہ شوخ
نعش کیا مضطر کی رکہی ہے یہ کفنائی ہوئی

کہان گئے تہے ذرا دلربا کہو تو سہی
کہان گئی وہ تمہاری حیا کہو تو سہی

اوٹھائی ہمنے ہے کیسی جفا کہو تو سہی
عدو کا منہ ہے اوٹھائے بہلا کہو تو سہی

تپ فراق سے کسطرح ہو مریض اچھا
سوا وصال کے کچھ ہے دوا کہو تو سہی

نہین ہوئی ہے اگر ہاتہا پائی غیر سے تنے
تو ٹکڑے ٹکڑے ہوئی کیون قبا کہو تو سہی

وہ بولے مانون نمانون یہ فعل ہے میرا
تم اپنا آج دلی مدعا کہو تو سہی

ہماری حسرت دل پوچھکر خوش ہو کیون
جواب مین بہی کچھ اچھا برا کہو تو سہی

ستم گرون کی گلی مین جو آئے ہو مضطر
تم اپنی جان کے دشمن ہو کیا کہو تو سہی

پلا آج بہر بہر کے پیمانہ ساقی
رہے تیرا آباد میخانہ ساقی

نہ سن میرا اللہ افسانہ ساقی
کہین تو نہ ہو جائے دیوانہ ساقی

بتون مین بہی تہا جلوۂ حق نمایان
جو دیکہا تہا کل سوئے بتخانہ ساقی

پلا آج وہ جام توحید مجھکو
جو دنیا ہے دیدے کوئی جام جلدی

رہوں عمر بھر جس سے مستانہ ساقی
خدا کے لئے مجھکو ترسانہ ساقی

زمانہ تو مضطر کو کہتا ہے زاہد
مگر ہے کلام اوس کا رندانہ ساقی

مئے عرفان سے ذرا آج چھکادے ساقی
مست ولا یعقل و بیہوش بنادے ساقی

تند وہ جام پہ جام آج پلادے ساقی
شاد ہو کر تجھے دل میرا دعا دے ساقی

کل اگر بوند بھی مانگین تو ترے مجرم ہین
آج ہم جتنی پیین ہمکو پلا دے ساقی

پھر نہ ہین ہوش مین اپنے کبھی آدن تا زیست
آج ایسا مجھے مدہوش بنادے ساقی

جام دو جام سے تسکین نہین ہوتی ہے
خم کے خم آج مرے منہ سے لگادے ساقی

ایک پر ایک گرے چور نشے مین ہوکر
آج میخوارون کو وہ جام پلادے ساقی

مئے تو پیتے ہوئے مضطر کو زمانہ گذرا
مئی وحدت ہو تو وہ آج پلادے ساقی

دل گیا دل سے آہ تو نہ گئی
نہ گئی ہائے آرزو نہ گئی۔

وہ تو مدت سے ہمکو بھول چکا۔
یاد دلدار دل سے تو نہ گئی

عشق مین کب ہوا نہ مین رسوا۔
کب خبر میری چار سو نہ گئی

بے وفا وہ تو باوفا ہین ہون
اون کی وہ خو یہہ میری خو نہ گئی

بات کرتے ہین مجہہ سے تو کہہ کر
اون کی یہ طرزِ گفتگو نہ گئی۔

ہم چلے جائینگے عدم آباد
گر شبِ ہجرِ یار تو نہ گئی تو

روز وعدے پہ سو بہانے ہین
تیری عادت یہ حیلہ جو نہ گئی

ناصحا پہر اٹرا تو رندون سے
ذلتون پر بہی تیری خو نہ گئی

وہ جدا ہوکے چلدئے مجہسے
ہان پسینہ کی اون کے بو نہ گئی

لاکہ صدمے اوٹہائے فرقت کے
دل لگانے کی اپنی خو نہ گئی

ٹپکے نکلا ہے میکدہ سے شیخ
اب بہی کیا اوسکی آبرو نہ گئی

ایک عالم مین ہم پہرے مضطر
شکر ہے طرزِ گفتگو نہ گئی

بات کرنی ہی کبہی اون سے میسر ہوتی
کاش تقدیر مری اتنی ہی یاور ہوتی

شرع مانع جو نہوتی تو بتِ ماہ جبین۔
تیری تصویر مسلمانون مین گہر گہر ہوتی

دل مرا آپکے بس مین جو نہوتا صاحب
پہر طبیعت مری قابو سے نہ باہر ہوتی

جب جلانا مرا منظور تہا اونکو سرِ بزم
یاد دشمن کی مرے اونکو نہ کیونکر ہوتی

صلح کل ہوتا نہ مشرب تو ذرا سچ کہنا

آج عزت تمہین یہ حضرت **مضطر** ہوئی

ہو مفلسی بھی یاد عمارت کے سامنے
بھولے بشر نہ رنج کو راحت کے سامنے

جو بھاگتے تھے مجھسے وہی میرے سوگ مین
دھونی رمائے بیٹھے ہین تربت کے سامنے

اسطرح اونکے آگے مین رہتا ہون سرنگون
محتاج جیسے صاحب دولت کے سامنے

چاہین تو وہ ابھی مری بر لائین آرزو
کچھ بھی نہین ہے اونکی مروت کے سامنے

ارمان اپنے دلکے نکالون تو کس طرح
مجبور ہون مین اونکی نزاکت کے سامنے

مضطر زبان پہ کبھی شکوہ نہ لائین ہم
گر ہمکو رات دن ہو قیامت کے سامنے

مہندی ملنے کا اک بہانا ہے
کسی عاشق کا خون بہانا ہے

لیکے دل صاف کر دیا انکار
اس ڈھٹائی کا کچھ ٹھکانا ہے

تم نہ چھوڑوگے غیر سے ملنا
فرض تمکو مرا جلانا ہے

بزم مین بے نقاب آتے ہین
اس قیامت کا کچھ ٹھکانا ہے

تیری الفت ہے ایک عالم کو
تیرا مشتاق اک زمانا ہے

بنے سنورے جو آج بیٹھے ہو
کیا کہین میہمان جانا ہے

ایک دم مین ہمارے ہونگے وہ
ڈیرا انجہر فقط پڑھانا ہے

کیون نہ مضطر قبول عالم ہو
ہر غزل تیری عاشقانہ ہے

الفت زلف نے کسدرجہ ستا رکھا ہے
میرے نالون نے غضب ادر یہ ڈہا رکھا ہی
عشق مین اوس بت کمسن کے ہے یہ حال مرا
میرے دلمین بہی مری جان رہا کرتے ہو
دین و دنیا کا ذرا ہوش نہین ہے ہمکو
مثل پروانے کے عاشق کو ترے مدت سے
چھوڑ دو حضرت دل عالم ہستی کا خیال

اچھا خاصہ مجھے دیوانہ بنا رکھا ہے
کہ مرے سر پہ خدائی کو اٹھا رکھا ہے
خاک مین اپنی جوانی کو ملا رکھا ہے
سامنے آنکھون کے نقشہ ہی جما رکھا ہے
عشق کمبخت نے یہ حال بنا رکھا ہے
شمع رو آتش ہجران نے جلا رکھا ہے
چندروزہ ہے یہ سب سوچلو کیا رکھا ہے

کیا غضب ہے کہ ترے دل پہ نہین کچھ بہی اثر
عرش تک آہ نے مضطر کی ہلا رکھا ہے

چھید ڈالے جو جگر کو تیر سے
ابرو و مژگان دکھا کر یار نے
عشق مین عزت کا بہی رکھیو دھیان کچھ
ایک بوسہ لیکے چھوڑونگا ضرور

آرزو کیا اوس بت بے پیر سے
تیر سے مارا کبھی شمشیر سے
کام کرائے دل ذرا تدبیر سے
مل گئے تنہا جو وہ تقدیر سے

پھر کے قاصد آگیا شکر خدا
دم مین دم آیا مرے تحریر سے

مین تو زخمی ہون نگاہ یار کا
مجھکو کب مارا کسی نے تیر سے

دیکھتا ہون خواب مضطر جب خراب
دل کو خوش کرتا ہون مین تعبیر سے

پری رویون سے منہ دیکھی محبت اچھی ہوتی ہے
ہمیشہ دور کی صاحب سلامت اچھی ہوتی ہے

خدا دیتا نہین انسان کو حُسنِ ظاہر و باطن
بری ہوتی ہے سیرت جنکی صورت اچھی ہوتی ہے

جہان مین نام کے معشوق ہوتے ہین بہت لیکن
ہزارون مین کوئی ایک آدھ صورت اچھی ہوتی ہے

چمن مین پابگل ہے سرو اور آزاد ہے قمری
مگر معشوق سے عاشق کی قسمت اچھی ہوتی ہے

تمہارے منہ سے گالی سُنکے دشمن کیون بُرا مانے
نہان ہو جنمین الفت وہ عداوت اچھی ہوتی ہے

سوالِ وصلِ دشمن پر جھکالی آپنے گردن
مگر ایسے ہی موقع پر مروت اچھی ہوتی ہے

مرے پہلو سے لیکر دل کہان پھینکا کدھر کھویا
مری جان کیا امانت مین خیانت اچھی ہوتی ہے

وہ خود اُٹھکر اُٹھا دیتے ہین محفل سے مجھے مضطر
مری خاطر بھی غیرون کی بدولت اچھی ہوتی ہے

نہین کچھ لطف کہنے سے اگر وہ دلربا سمجھے
مزہ جب ہے کہ صورت سے ہمارا مدعا سمجھے

تمہین انصاف سے کہہ دو کبھی کہنا کیا میرا
تمہاری حیلہ سازی کو بھی ہم ابتک بجا سمجھے

زمانہ سے نرالا ڈھنگ ہے اوس بُت کی چاہت کا
وفا کو وہ جفا سمجھا جفا کو ہم وفا سمجھے

مین سمجھا تہا کہ برسون تنگ نہوگی میری شنوائی
خدا کی شان دیکھو بے کہے وہ مدعا سمجھے

بہت اچھا ہوا سُنتے ہی صاف انکار کر بیٹھے
عدو کی آرزو تہی وہ ہمارا مدعا سمجھے

ہزارون ظلم کرکے بہولے بہالے ہوگئے ایسے
اگر دیکھے کوئی اونکو تو بیشک بیخطا سمجھے

نہ پاس خاندان مطلق نہ دنیا کی حیا ہے کچھ
تمہاری عشق بازی سے میان **مضطر** خدا سمجھے

رُکے دل کا ہم مدعا کہتے کہتے
وہ چپ ہوگئے جانے کیا کہتے کہتے

پیامی کے گوش و زبان تہک گئے ہین
مری سُنتے سنتے بجا کہتے کہتے

الہی یہ محشر مین کیا ماجرا ہے
زبان رک گئی مدعا کہتے کہتے

تصور مین کیا غیر آیا کہ مجہسکو
بُرا کہہ اُٹھے وہ بہلا کہتے کہتے

دوائے مریضِ محبت یہی ہے
نکل جائے دم ماجرا کہتے کہتے

زبان رُک گئی حرفِ مطلب پر آکر
الٓہی یہ کیا ہوگیا کہتے کہتے

اونہین قصۂ غم سُنایا تو ہوتا
جو **مضطر** نجہے وہ بُرا کہتے کہتے

بے نقاب آج اگر تو بُتِ یکتا ہو جائے
تو خدائی کی خدائی تری شیدا ہو جائے

کونسی شکل ہے جس سے وہ بُتِ ہرجائی
چہوڑ کر سارے زمانے کو ہمارا ہوجائے

روز کے صدمے اُٹھانیسے تو ملجائے نجات
جان جانی رہی کمبخت تو اچّھا ہوجائے

ہوتے رہتے ہین یہان اوسکے ہزارون پہیرے
دل یہی کہتا ہے پہر ایکے دو بارا ہوجائے

آپ غیرون سے ملین اور مین خاموش رہون
مجہکو کسطرح مرےجان گوارا ہوجائے

رازِ دل کہہ تو دیا اوسنے مگر یہ ڈر ہے
بات مین بات کوئی اور نہ پیدا ہوجائے

لاکہ سوچا کرو تدبیر مگر حضرتِ دل
یہ تو ممکن ہی نہین آپ کا چاہا ہوجائے

مجہکو یہ فکر ہے گر اوسنے نہ کچہ عرض کیا
اپنے ہاتہون نہ کہین خونِ تمنا ہوجائے

کیون قیامت پہ اُٹہار کہتے ہو کل کا وعدہ
آج ہی کیون نہ یہ طے روز کا جہگڑا ہوجائے

کیون بگڑتے ہو مرےجان اگر مضطر نے
بدنظر سے تمہین گہورا ہو تو اندہا ہوجائے

چلدیا چہوڑ کے تنہا دلِ ناکام مجہے
اور کیا دیکہیے آئے نظر انجام مجہے

رات بہر ہجر مین دیتے رہے باہم تسکین
دلِ ناکام کو مین اور دلِ ناکام مجہے

وہ چشک دلمین اُٹہی ہے کہ الٰہی توبہ
غیر ممکن ہے اب اِس درد سے آرام مجہے

عمر گذری کہ ہوا قطع تعلق اون سے
لوگ بے فائدہ اب کرتے ہین بدنام مجہے

گیسو و رُوح کا ترے دہیان بندہا رہتا ہے
شام سے تا بہ سحر صبح سے تا شام مجہے

اُف بھی گر مُنہ سے نکالون تو زبان کٹجاے　　کوسنے دیجئے یاد کیجئے دشنام مجھے
بیخودِ عشق ہو نہین بادہ کشی سے کیا کام　　لوگ سمجھے ہین عبث رندِ مے آشام مجھے

چرچے ہوتے ہین مرے اہل وفا مین مضطر
ہوکے گمنام ملا عشق مین کیا نام مجھے

مہ و مہر مین بھی یہ جلوہ نہین ہے　　خدا کی قسم کوئی تم سا نہین ہے
مری جان اب ظلم زیبا نہین ہے　　ستم پر ستم ہو یہ اچھا نہین ہے
شبِ وصل بھی میری قسمت تو دیکھو　　وہ بگڑا ہے ایسا کہ منتا نہین ہے
نگاہو نمین تم ہو تصور مین تم ہو　　چلے آؤ کچھ ہمسے پردا نہین ہے
مرے دلکا سودا ہو کسطرح اون سے　　وہ کہتے ہین یہ مال اچھا نہین ہے
مریضِ الم کی عیادت کو جاؤ　　لبون پر ہے دم حال اچھا نہین ہے
مرے دلکو پامال کرتا ہے ظالم　　خدا کے غضب سے بھی ڈرتا نہین ہے
کل آنیکو مین نے کہا تو وہ بولے　　تقاضا تمہارا یہ اچھا نہین ہے

عدو کی محبت پر اترا رہے ہو
ابھی تم نے مضطر کو دیکھا نہین ہے

دیکھ اُٹھائیگا تو نقصان کہان جاتا ہے　　دلِ بیتاب کہا مان کہان جاتا ہے

رات باقی ہے ذرا ٹھہر ذرا تو دم لے
صبح ہونے دے مریجان کہان جاتا ہی

دیکھکر میرے جنازہ کو وہ ہنس کر بولے
گور سے جان نہ پہچان کہان جاتا ہے

سچ تو کہ جانِ جہان ہے کہ قاصد تیرا
روز لیکر ترے فرمانِ کہان جاتا ہے

کیون مریجان پہ ڈہاتا ہے غضب ای ظالم
آکے تو گہر مرے مہمان کہان جاتا ہے

ساتہہ ہے اسکا مرا جائیگا مرقد مین یہ ساتہہ
میرے دل سے مرا ارمان کہا جاتا ہے

ہین تصدق مرا گہر بار تصدق تجہہ پر
بات تو سُن مرے مہمان کہان جاتا ہے

وصل کے بعد اُنہین چہوڑ دون کیونکر مضطر
لاکہ ہون ظلم وہ احسان کہان جاتا ہے

مرا حال بندہ پرور کوئی میرے جی سے پوچہے
جو گذر رہی ہے مجہپر کوئی میرے جی سے پوچہے

ہوا جب سے مجہکو سودا تری زلفِ عنبرین کا
ہے وہ حال میرا ابتر کوئی میرے جی سی پوچہے

ترے رنج اور الم کی ترے ظلم اور ستم کی
جو عنائتین ہین مجہپر کوئی میرے جی سے پوچہے

شب وعدہ وہ ستمگر نہین آیا تو مرے گہر
وہ بپا رہا ہے محشر کوئی میرے جی سے پوچہے

تجہے کسطرح بتادون کہ مین کیون اٹہا رہا ہون
یہ ستم ترے ستمگر کوئی میرے جی سے پوچہے

ترے ناوکِ ادا نے جو لگائے ہین نشانے
میری جان میرے دلبر کوئی میری جی سی پوچہے

کہا اُسنے سخن واقرب کہون کیا مین اِسکا مطلب
جو عیان ہی میرے دلپر کوئی میری جی سی پوچہے

ہوا اِکا چاک سینہ ہوا جس سے بار جینا
لگا کسکے اب یہ خنجر کوئی میرے جی سے پوچھے

تجھے کیا خبر ہے ہمدم نہین دیکھی آفت غم
مین ہمیشہ ہون جو مضطر کوئی میرے جی سے پوچھے

جدا کیا ہوئے مجھسے تم میرے پیارے
فنا ہو گئے دل کے ارمان سارے

سراک جا پہ ڈھونڈا نشان تک نہ پایا
کہان چھپ رہا جا کے اے میرے پیارے

ہوئے کیا نہ تھے عہد و اقرار باہم
ہمارے تمہارے تمہارے ہمارے

مجھے زندہ در گور بس کر گئے ہین
وہ کیا مجھسے ناراض ہو کر سدہارے

ہماری محبت کا تھا اونکو دعوی
جدا ہو کے دشمن بنے اب ہمارے

بچھیڑے خدا کے لئے کوئی ہمکو
فلک کے ستائے ہین آفت کے مارے

چھپا ہے وہ جس روز سے ماہ کامل
شبین کاٹتے ہم ہین گن گن کے تارے

وہ غیرونکا دل شاد کرتے ہین مِل کر
پھرین ہجر مین جنکے ہم مارے مارے

بُتِ مہر طلعت کے جانے سے واللہ
ملے خاک مین سب مزے اب ہمارے

پھر اوس آنکھہ مین کوئی کیونکر سمائے
کہ جس نے کئے ہون نظارے تمہارے

بس اب مبتلا رنج مین رہیئے مضطر
بہت عشرت و عیش مین دن گذارے

آہ بہی بے اثر نہ ہو جائے
سُنکے وہ بے خبر نہ ہو جائے

ہاتھ کا بوجھ دیر سے ہو تم
کہین دوہری کمر نہ ہو جائے

جب وہ دعوی کرے خدائی کا
سجدہ گہ اوسکا در نہ ہو جائے

آدمی کام کا نہین رہتا
عشق کا درد سر نہ ہو جائے

اونکو اغیار جبکہ عطر ملین
عین محفل مین شر نہ ہو جائے

جسطرف کو تری نگاہ پہرے
ساری دنیا اودہر نہ ہو جائے

اپنی آنکہین نکال ڈالون مین
تمکو میری نظر نہ ہو جائے

شام سے وہ یہ کہتے ہین مضطر
ہمکو ڈر ہے سحر نہ ہو جائے

آج مہندی وہ لگاتے ہین لگانے دیجے
خونِ عُشاق بہاتے ہین بہانے دیجے

یاد آتا ہے شبِ وصل یہ کہنا اون کا
دن نکل آیا خدا کیلئے جانے دیجے

میرے آنسو کی جہڑی دیکہکے وہ ہنستے نہین
بجلیان دلپہ گراتے ہین گرانے دیجے

دیکہکر خون اوتر آتا ہے آنکہونمین ہی
سامنے غیر کو واللہ نہ آنے دیجے

سب سُنا دونگا شبِ ہجر کا قصہ تمکو
پہلے قابو مین مرے دلکو تو آنے دیجے

اونکا یہ کام ہے پہر اونسے شکایت کیا ہی
لیکے دل آنکہ چُراتے ہین چرانے دیجے

نوجوانی ہے مری حضرت واعظ مجھکو
دختر رز کا مزہ کچھ تو اوڑانے دیجیے

ضبط مانع ہے تو اُف منہ سے نہ کیجے مضطر
چاہے جتنا وہ ستائین تو ستانے دیجیے

کہان جاتا ہے ظالم دیکھ ہوتا جا اودھر پہلے
خدارا ڈالتا جا ہم غریبون پر نظر پہلے

مرا کیا امتحان منظور ہے رشک قمر پہلے
جو یون کرتے ہو تم دلکو مرے زیر و زبر پہلے

اناڑی کی طرح کیون ذبح کرنے مجھکو بیٹھے ہو
چڑھالو آستینین اور باندھو تم کمر پہلے

شکایت ظلم ناحق کی قیامت تک نہو مجھکو
جو مجھپے آئے آفت جمع اغیار پر پہلے

اجل کا کچھ نہ قابو چلسکے بیمار ہجران پر
مسیحا بنکے وہ دلدار آجائے اگر پہلے

مہینون بھی خبر لیتے نہین اتنو غریبون کی
یہی کیا مہربانی تھی آپکی ہم پر نظر پہلے

جسے منظور ہو قرب خدا گلزار عالم مین
ملادے خاک مین ہستی کو اپنی وہ بشر پہلے

نہ لیتا نام تک بھی عشق کا بھولے سے مین ہرگز
کوئی آگاہ کر دیتا مجھے اس سے اگر پہلے

ہماری ہمسری تو وہ کریگا عشق مین مضطر
بنالیگا اگر فولاد کا اپنا جگر پہلے

کیا کہون دل مجھے آفت مین پہنسانیوالے
سمجھے اللہ تجھے آگ لگانیوالے

تو سلامت رہے ایجان جلانے والے
تجھپہ سو جان سے قربان ہون آنیوالے

حالِ فرقت جو کہا مینے تو ہنسکر بولے
چلکے تو آج دلِ زار نظارا کرلے

ہین سب تجھے جانتا ہون یا تین بنانیوالے
بام پر بیٹھے ہین وہ جلوہ دکھانے والے

اوس نے دیکھا مجھے آتے تو سرِ بزم کہا
دیکھو وہ آئے مرے ناز اوٹھانیوالے

مجھکو بربادی کا اپنی نہین مطلق بھی خیال
چین سے تو رہے اے میرے ستانیوالے

کرتے جاؤ نہ ابھی فیصلہ لگتے ہاتھون
ہانتہہ او چھامری گردن پہ لگانیوالے

وصل مین مینے جو چھیڑا تو بگڑکر بولے
ہانتہہ ٹوٹین ترے اے ہاتہہ لگانیوالے

دوستی بھولکے کرنا نہ کسی سے مضطر
اس زمانے کے ہین سب کہانے اڑانیوالے

نظرون نظرون مین اشارے ہوچکے
آج جی بھرکر نظارے ہوچکے

چاہے سمجھو یا نہ سمجھو اے صنم
اپنے دلسے ہم تمہارے ہوچکے

رنجشین دونونکے دلسے مٹگئین
فیصلے اونکے ہمارے ہوچکے

میرا کہنا بھی کوئی منظور ہو
آپکے کہنے تو سارے ہوچکے

سُنکے شکوے وہ مرے بولے کہ ہم
آج سے مضطر تمہارے ہوچکے

نکلین دلکے مرے ارمان بڑی مشکل ہے
آئین وہ گہر مرے مہمان بڑی مشکل ہے

وہ جو برسون رہے ہمراز ہمارے۔ وہی آج
دیکھکر بن گئے انجان بڑی مشکل ہے

غیر ممکن ہے دہان تک تو رسائی اے دل
بازآ میرا کہا مان بڑی مشکل ہے

آمد آمد کی خبر آج ہے اونکی اے دل
کچھہ مہیا نہین سامان بڑی مشکل ہے

خنجر ناز سے امید شہادت ہے تو یہ
ہو یہہ مشکل مری آسان بڑی مشکل ہے

ایک بوسہ ہی ہمین دیکے دکہا دو پہلے
جان دینی تو مری جان بڑی مشکل ہے

مبتلا فکر معیشت مین ہے جب تو مضطر
ہو مرتب ترا دیوان بڑی مشکل ہے

وصل مین آکے مخل ہو یہ جگر کسکا ہے
چلو خلوت مین مری جان خطر کسکا ہے

قتل سے میرے تم اب ہاتہہ عبث روکتے ہو
جب مین پروہ ہون تمہارا تمہین ڈر کسکا ہے

غیر سوا کے سنا جائے مین اُف تک نہ کرون
تمہین انصاف سے کہدو یہہ جگر کسکا ہے

آگئی رات بہت جائے اسوقت نہ آپ
یہین فرمائے آرام یہ گھر کس کا ہے

غیر کی آپ حمایت یہ سمجھکر لیجیے
چھیڑ کس کی ہے خطا کسکی ہے تیر کسکا ہے

مجھے منظور ہے مانا کہ عدو سے تم کو۔
صاف کہدو تمہین اسبات مین ڈر کسکا ہے

مسجد و دیر و کلیسا ہی مین رہتا ہے جو تو
تو دل و دیدہ مضطر مین گذر کسکا ہے

ہین تیرے ہی فدائی آن بان والے
سب اس جہان والے سب اوس جہان والے

ہمکو نہ چھیڑ داب تم یہہ بات پھر ادا سے
اکبار اور کہدے شیرین زبان والے

ہین خوب جانتا ہون اے عشق تیری چالین
بے گھر کئے ہین تونے لاکھون مکان والے

اے مرغ دل نہ جانا گھر سے نکلکے باہر
ناوک لئے ہوئے ہین ہر سو کمان والے

انصاف کہہ رہا ہے تہذیب اور ادب ہین
غالب ہین سب پہ مضطر ہندوستان والے

وہ ہمراہ مضطر کے چلتے ہوئے
عدو رہ گئے ہاتھ ملتے ہوئے

ہین واللہ وہ ایک چلتے ہوئے
چرا کر مرے دلکو چلتے ہوئے

اگر راہ مین مل گئے بھی تو کیا
وہ فقرہ مجھے دیگئے چلتے ہوئے

بجھا دو اسے چشمۂ لطف سے
زمانہ ہوا دل کو جلتے ہوئے

اندھیرے مین جاتے ہین غیرونکے گھر
جو ڈرتے تھے گھر سے نکلتے ہوئے

قطعہ

مزار غریبان پہ مدت کے بعد
چلے آئے وہ جو ٹہلتے ہوئے

تو یہ لوح پر لکھہ گئے طعن سے
ہمین چھوڑ کے آپ چلتے ہوئے

تصور شب ہجر کا آگیا — شب وصل دیکھی جو ڈھلتے ہوئے
جو کرتے نہ تھے چار آنکھیں کبھی — وہ اب چھیڑ کرتے ہین چلتے ہوئے
شب ہجر کی آج گرمی سے آہ — رہے کروٹین ہم بدلتے ہوئے
رہِ عشق بھی واہ کیا راہ ہے — نہ گرتے کو دیکھا سنبھلتے ہوئے

وہ حسرت سے منہ اون کا تکتا رہا
وہ دل لیکے مضطر کا چلتے ہوئے

الٰہی تیری ہی رحمت کی جب نگاہ رہے — تو کیون نہ پاک مرا دفتر گناہ رہے
نہ آئے رحم بتون کو کبھی خدا کی قسم — ہزار عشق مین اون کے کوئی تباہ رہے
وہ ظلم کرکے مکر جاتین کچھ نہین پروا — زمین گواہ رہے آسمان گواہ رہے
کبھی ہوا نہ ذرا اعتبار حضرت کا — جناب دل بہت اوس بت کے خیر خواہ رہے
نہین ہے فرق غریب و امیر کا اے دل — پس فنا نہ شمارِ گدا و شاہ رہے
وہ کامیاب زلیخا کیطرح وصل مین ہو — جسے نہ عشق مین پروائے عز و جاہ رہے
دعا مین کرتا ہے سر جھکا کے طاقِ ابرو مین — پئے نماز سلامت یہ سجدہ گاہ رہے
مزا ملیگا دمِ حشر خونِ ناحق کا — زبانِ تیغ ستمگر مری گواہ رہے

جگر کو تھام کے بیٹھو ہزار اے مضطر

مگر نہین ہے یہ ممکن کہ ضبط آہ رہے

مانا وہ مرے قتل کو صمصام نہ لیتے
ابرو کے اشارے سے بہی کیا کام نہ لیتے

گر جذبۂ الفت مری تاثیر دکہاتی
بے میرے وہ اک لحظہ بہی آرام نہ لیتے

اُٹھنا مرا محفل سے اگر شاق گذرتا
وہ روک نہ لیتے مجہے وہ تہام نہ لیتے

آہون سے مری ٹوٹکے گر پڑتا زمین پر
گردون کو فرشتے جو کبہی تہام نہ لیتے

ان ذلتون کی ہمکو خبر ہوتی تو مضطر
بہولے سے کبہی عشق کا ہم نام نہ لیتے

دام مین رو رو کے بلبل کی یہی فریاد ہے
نوچ کر صیاد پر کہتا ہے جا آزاد ہے

میرے اِس کہنے پہ کیا میرے لئے ارشاد ہے
مسکرا کر سر جہکا لینا کسی کا یاد ہے

نذر تیرے سر مرا اور خنجر فولاد ہے
کردے سر تن سے جدا اب دیر کیا جلاد ہے

ان حسینون کے تصدق عشق کے قربان مین
حسرت وارمانکا دلمین شہر اک آباد ہے

ہنستے ہو قطع تعلق غیر سے ہو رابط ضبط
ہمپہ یہ بیداد گر بیداد پر بیداد ہے

قتل کیا دولہا بنایا مجہکو رنگین کردیا
اوسپہ مین سوجان سے قربان کیا مرا جلاد ہے

غیر کے ہمراہ آ کر وہ ٹہکراتے ہین قبر
بعد مرجانیکے بہی مٹی مری برباد ہے

گہیر رکہا ہے بتون کے رنج اور غم نے مجہے
یا خدا تجہسے مری فریاد ہے فریاد ہے

میرے افسانے کے آگے لیلےٰ شیرین ادا
داستان کیا قیس کی کیا قصۂ فرہاد ہے

جیتے جی کیا بعد مرنے کے بہی ای ہمدم رقیب
ساتھ اونکے دفن ہوگا اُنکا وہ ہمزاد ہے

اے جنون کیون کہینچتا ہے سوئے صحرا تو مجھے
اب جلیبو نمین مرے مجنون سے دان فرہاد ہی

آہ مجھکو دیکھکر وہ میرے دشمن سے کہین
جسکو ہم پیارے ہین پیارے وہی ناشاد ہے

واہ کیا تعذیر والے ہین جہان مین وہ بشر
عمر بہر رہنے کو خنجکے شہ جہان آباد ہے

حضرتِ ناصح کی اوسکی آج تو اچھّی چھنی
وہ تو منہ چھُٹ ہین مگر **مضطر** بہی اک آزاد ہی

اتنا یہ بدنصیب نگاہونمین خوار ہے
کلمہ کلام بہی تو اُنھین ناگوار ہے

شکوے کے بعد ہمکو تو رنجش نہین رہی
دلمین مگر تمہارے ابھی تک غبار ہے

اپنی وہان رسائی بہی ہوتی ہے یا نہین
ہر دم یہی ہے فکر یہی انتشار ہے

اللہ کا نہ خوف نہ اپنی زبان کا پاس
قول و قسم کا آپکی کیا اعتبار ہے

تا حشر ہوگی کسطرح اپنی بسر وہان
مرقد مین دوست ہے نہ کوئی غمگسار ہی

دنیا مین جس شریف کو اسوقت دیکھیے
محتاج ہے۔ ذلیل ہے۔ بے روزگار ہے

آغوش مین نہین مرے جب سے وہ ماہرو
رنج و غم و ملال مرا ہمکنار ہے

اُمت مین مصطفٰے کے جو پیدا کیا ہمین

مصرع یہہ خاص رحمتِ پروردگار ہے

دلمین خیالِ ابروئے خمدار یار ہے / اُتری ہوئی کلیجے مین اک ذوالفقار ہے

کہتے ہین گل یہ چاک گریبان کئے ہوئے / صحنِ چمن مین آمدِ فصلِ بہار ہے

گِن گِن کے قتل کرتا ہے ہر ایک کو وہ ترک / ہر روز اوسکے کوچہ مین روزِ شمار ہے

قطعہ

تشبیہ کس سے گیسوئے جانان کو دیجئے / خوشبو پہ جسکی عنبرِ اشہب نثار ہے

شرمندہ سنبل عطر خجل مشک منفعل / بے قدر بوئے نافۂ مشکِ تتار ہے

مصرع خوشی خوشی کی نہ کچھ رنج رنج کا

راضی ہُون جو مشیت پروردگار ہے

خود مسیحا بر سرِ بیداد ہے / اے اجل فریاد ہے فریاد ہے

جسکے دلمین ایک تیری یاد ہے / دونون عالم سے وہی آزاد ہے

میری چالین اور یہہ میرے ہی ساتھ / یہ بھی کچھ ایجاد مین ایجاد ہے

بے خودی نے دو جہان سے کہو دیا / فکرِ دنیا ہے نہ عقبیٰ یاد ہے

ہر خلش کے ساتھ دل ہوتا ہے خون / خارِ غم بھی نشترِ فصاد ہے

سُننے والا کوئی تو مل جائے گا / دوست دشمن سے تری فریاد ہے

بے نشانو نکا نشان مٹتا نہین	مین نہین محفل مین میری یاد ہے
عاشقی مین دل کی غیرت اوڈھگئی	دشمنون سے طالب امداد ہے

مین کہان **مضطر** کہان لطف سخن
پیر دیئے حضرت استاد ہے

انجم ہین مانند یار کے خالونکے سامنے	بے نور آفتاب ہے گالونکے سامنے
پیر فلک تو کیا ہے جہنم ہی ہو اگر	جل بھن کے خاک ہو مرے نالونکی سامنے
دیکھا تھو نہین شان خدا کا ظہور کیا	بت بن کے رہگیا ہین شوالونکے سامنے
جب فخر انبیا نے پسند اوسکو کرلیا	کمل کو مرتبہ ہے دوشالون کے سامنے

بزم عدو مین ہم گئے **مضطر** تو یون گئے
جسطرح شیر پہنچا غزالون کے سامنے

عاشق ہین ہم دورنگی چشم نگار کے	کیونکر پسند رنگ ہون لیل ونہار کے
تہذیب کے اوسکے محبت کے پیار کے	عاشق اگر ہین ہم تو نہین ہین چار کے
ڈر ہے لچک نہ جائے یہ موئے کمر کہین	للہ آپ چلیئے نہ سینہ ابھار کے
اس دام مین پھنسانا ہے اب کسکا مرغ دل	بیٹھے ہوئے ہین آپ جو زلفین سنوار کے
مٹھ بھیڑ ہے جب ہوئی میدان عشق مین	بھاگا ہزار بار عدو بازی ہار کے

قدرت نے خاص حسن جب انکو عطا کیا ۔ محتاج وہ نہین ہین بناو سنگار کے

میری تو یہہ دعا ہے الٰہی کوئی بشر ۔ قابو مین ہو نہ اس دل بے اختیار کے

اُٹھنے غبار دل کا نہین ہمکو کچھ خیال ۔ ہم خود دبے ہوئے ہین سراپا غبار کے

ہین لا سکا نہ اونکو نہ وہ آسکے یہان ۔ اب کے بھی دن گذر گئے یون ہی بہار کے

کس بات پر غرور ہو کس بات پر دماغ ۔ گھر مین تو خاک بھی نہین مجھہ خاکسار کے

کل میکدہ مین شیخ نے اک جام کے عوض ۔ دستار اپنی نذر کی سر سے اُتار کے

فرصت ہی جب نہین ہے تو کیا لکھین ہم غزل ۔ راتین ہین راحتون کی تو دن کاروبار کے

جس مدعی کو ناز ہو آئے وہ سامنے ۔ بزم سخن مین کہدو یہ مضطر پکار کے

پھر میری طبیعت ہے مکدر کئی دن سے ۔ آنیکو بلا ہے مرے سر پر کئی دن سے

قابو مین نہین ہے دل مضطر کئی دن سے ۔ آنکھون سے اُبلتے ہین سمندر کئی دن سے

کیون قبر سے باہر نہو کشتے ترے ظالم ۔ برپا ترے کوچہ مین ہے محشر کئی دن سے

تو شکل دکھا دے مجھے غرفہ سے مری جان ۔ مین گریہ کنا ہون ترے در پر کئی دن سے

کس خبط نے گھیرا ہے ہمین بھی تو بتاو ۔ پھرتے ہو جو تم رات کو مضطر کئی دن سے

ہے میریجان لینے کا ارمان نکالیئے
موجود ہون مین خنجرِ بران نکالیئے

حسرت نکالیئے کوئی ارمان نکالیئے
عاشق کو یون نہ اے شہِ خوبان نکالیئے

دلکو نہین قرار محبت مین بے خلش
تلوؤن سے خاک خارِ مغیلان نکالیئے

ہنس ہنس کے اون سے کہتے ہین یہ ہے زخمِ دل
کرنی ہے دل لگی تو نمکدان نکالیئے

ارمانِ وصل مین کوئی مرجائے یا جئے
لیکن نہ آپ منہ سے کبھی ہان نکالیئے

جلجائے جس سے ساری زمین آسمان سب
اک آہ مین وہ آتشِ سوزان نکالیئے

دل چاک ہوگیا ہے محبت نکلجائے
سینے کو اس کے تارِ گریبان نکالیئے

نیچی نظر سے سینہ مین پیکان چبھ چکے
اتنو نگاہ اُٹھائیے پیکان نکالیئے

ماتم مین ساتھ حسینو نکی ہون صفین
عاشق کا جب جنازہ مریجان نکالیئے

مضطر عدو کے دام مین پہنسکر مکلگیا
کہتے ہی یہ کہ اے شہِ جیلان نکالیئے

حسینو نیر جو بہیر مائل طبیعت ہونیوالی ہی
کوئی کیا اور نازل مجھپہ آفت ہونیوالی ہی

کسی کے حُسن کی عالم مین شہرت ہونیوالی ہے
جہان سوز ایفلک اب برقِ آفت ہونیوالی ہے

حیا آنکھونسے تیری یار رخصت ہونیوالی ہی
اثر شوخی کا ہے پیدا شرارت ہونیوالی ہے

سحر سے میرے دلپر ہے جو اک اندھیرا سا چھایا
مگر نازل بلائے شامِ فرقت ہونیوالی ہے

ازل سے ساتھ ہی آئی ہے مگر ساتھ نہ جائیگی
نہین مجھسے جدا کمبخت حسرت ہونیوالی ہے

وفور شوق ہے خلوت ہے گستاخی سعادت ہو
دل بیتاب کی کچھ اور نیت ہونیوالی ہے

تصور ہی کہین نکر ہمارے دل مین آجاؤ
تصدق آرزو قربان حسرت ہونیوالی ہی

وہ خوش رفتار ہو کر جلوہ قامت دکھائینگے
نئے انداز سے برپا قیامت ہونیوالی ہے

چھپانا چاہتے ہین وصل کی شب رخ وہ زلفون مین
عیان صبح وطن مین شام غربت ہونیوالی ہی

عیادت کو مریض غم کی آنا ہے تو آجاؤ
وگرنہ جان شیرین تن سے رخصت ہونیوالی ہے

شرارت کا کسی کی کیا گلہ جوش جوانی مین
ابھی تو اور شوخ اوسکی طبیعت ہونیوالی ہے

نہ پھیر اسطرح چتون شوخ چشمی سے۔ یہ سن کر کہہ تو
نگہ پھیر روبرو اے بیمروت ہونیوالی ہے

غرور حسن ہے وہ بات بھی سیدھی نہین کرتے
ابھی کیا اور ہی کچھ اونکو نخوت ہونیوالی ہی

کسیکی بھولی صورت پر ہوا ہے شیفتہ ایدل
خرابی تیری اے برگشتہ قسمت ہونیوالی ہے

شباب حسن ہے جوبن ترقی پر ہے اوس بت کا
مرے قابو سے باہر اب طبیعت ہونیوالی ہے

دے جاؤ زکوٰۃ حسن بوسہ ہم فقیرون کو
کوئی دن مین ترقی پر یہ دولت ہونیوالی ہی

وصال یار سے مایوس تو اتنا نہ ہو مضطر
امیدین کہتی ہین تجھپہ عنایت ہونیوالی ہی

سنی ہمنے سب گفتگو چپکے چپکے
جو کہتا تہا تمسے عدو چپکے چپکے

لگائے جو تمسے عدو چھپکے چھپکے
تو کیونکر نہ روؤن لہو چھپکے چھپکے

ندیکہا تجہے جب دل مضطر نے
پہر اڈہونڈ تا کو بکو چھپکے چھپکے

پڑا شیخ کو دخت رز کا جو چسکا
گئے پہر تو خالی سبو چھپکے چھپکے

نپایا نشان ہمنے تیری کمر کا
عدم تک تو کی جستجو چھپکے چھپکے

پریشان نئے مضطر خستہ اونسے
کہی زلف نے مو بمو چھپکے چھپکے

قلق سے رنج سے غم سے الم سے آہ و زاری سے
شب فرقت مری کٹتی ہے کس کس بیقراری سے

نہ آنا تہا نہ آیا حیلہ جو اپنی یہ حالت ہے
کہ بعد مرگ بہی آنکہین کہلی ہین انتظاری سے

عزیز و اقربا سب پوچہتے ہین کسپہ شیدا ہے
مین کچہ بہی کہہ نہین سکتا کسی کی پردہ داری سے

ہماری یہ شب فرقت کسی پہلو نہین کٹتی
سنا کرتے تہے کٹجاتی ہے شب اختر شماری سے

مزے دونو ہمین ملتے رہین جب لطف کچہ آئے
وفا ہو باری باری سے جفا ہو باری باری سے

بنا کر شفیہ سفاک نے مژگان و ابرو کا
کبہی تیرون سے چہیدا اور کبہی مارا کٹاری سے

یہ راہ عشق ہے وہ راہ جسمین سب برابر ہین
قدم رکہین جناب خضر بہی یان ہوشیاری سے

ہمین کرنا پڑا ہے عشق مین کس کس سے یارانہ
فغان سے آہ سے فریاد سے شیون سے زاری سے

کسی لیلے ادا کے عشق مین مجنون نہ بن جانا
ذرا تم کام لینا حضرت دل ہوشیاری سے

جناب نوح کے طوفان کا قصہ ہم جو سنتے تھے
وہ اب آنکھوں کے آگے ہی وفور اشکباری سے

کسی کے نشۂ الفت میں یوں سرشار رہتا ہوں
کہ جیسے مست ہوجاتا ہے میکش بادہ خواری سے

ابھی مجھپر شریعت کفر کا فتویٰ لگا دیتی
دلِ ناداں نے کیا کیا بکدیا بے اختیاری سے

ہماری عقل و دانش تو یہی کہتی ہے اے مضطر
ملا ہے خاک کے پتلے کو رتبہ خاکساری سے

وہ آئے بھی شب وعدہ تو شرم کھائے ہوئے
حیا کے پردہ میں منہ کو رہے چھپائے ہوئے

پسِ وفنا ہے جو اوس آفتاب رو کا خیال
چراغ گور کے اپنے ہیں جھلملائے ہوئے

شہید تیغ ادا ہیں نہ غسل دو ہم کو
کہ اپنے خون میں ہم آپ ہیں نہائے ہوئے

فسانۂ غم دل کہہ سکے نہ اون کے حضور
تمام عمر رہے ہم زبان دبائے ہوئے

ملا نہ چین کبھی مجھکو نامرادی سے
وہ روٹھ روٹھ گئے وصل میں منائے ہوئے

نکل گیا کوئی وحشی تمہاری مژگاں کا
کہ خار دشت میں ہیں انگلیاں اُٹھائے ہوئے

یہ کس حسین کی الفت نے کردیا بیتاب
کہو تو حضرت دل کیوں ہو تلملائے ہوئے

ہمارے اُجڑے ہوئے دل میں کب وہ آتے ہیں
مکان اونکے لئے ہوں سجے سجائے ہوئے

بتو تمہاری تو واللہ کیا حقیقت ہے
خدا کے گھر بھی نہ جائینگے بے بلائے ہوئے

وصال میں بھی نہ نکلیگی دید کی حسرت
حیا سے وہ۔ میں ادب سے ہوں سر جھکائے ہوئے

ہوا نہ کوئی خبردار اون کی محفل مین	ہمارے اونکے اشارے ہوے کنائے ہوے

نہ کیون کلام مین **مضطر** کے چلبلاپن ہو
کہ ہے فراقِ سخنور سے فیض پائے ہوے

نہین کہلتا نہین کہلتا یہ مقتل ہے کہ محفل ہے	کوئی مژگان کا زخمی ہے کوئی ابرو کا بسمل ہے
نہین مقتل سے کم کچھ ایسی یہ دنیا کی محفل ہے	عداوت ہے بہم ایک آدمی کا ایک قاتل ہے
بناوٹ کی حیا چھوڑو شب وعدہ ہی کہل کہیلو	یہ کیون دہوکے کی ٹٹی بیچ مین بیوقت حائل ہے
عدو کو دیکے تحفہ مین مرا دل مجہسے وہ بولے	کہین سے آگیا تھا پاس میرے یہ وہی دل ہے
مرے گہر وصل کی شب ذکر کیون آئے رقیبون کا	تمہین انصاف سے کہدو یہ خلوت ہی کہ محفل ہے
دلِ ناداں سمجہکر سوچکر اسمین قدم رکہنا	یہ منزل عشق کی ہے یہ بہت دشوار منزل ہے
ستم اب تو نہین کرنیکا یہ کیونکر یقین آئے	ستم کرنا تو اے ظالم تری عادت مین داخل ہے
بہت مدت ہوئی دل مٹ چکا اب اوسکا رونا کیا	تمہین کیا اس سے حاصل ہے مجہے کیا اس سے حاصل ہے
دغا کیسی جفا کیسی تغافل کیون گلا کس کا	ترا دل اب ترا دل ہے مرا دل اب مرا دل ہے
وہ یون آنکہین بدل بیٹہے نہ تہا تیل ان تلون گویا	کہا کیون خالِ عارض کو کہ میری آنکہہ کا تل ہے

الٰہی تو نہ رکہہ **مضطر** کو مضطر فضل کر اپنا
ترے نزدیک وہ آسان ہی جو بات مشکل ہے

اونکے یہ رُخ پر نقاب دیکھیے کبتک رہے
ہمسے یہ شرم و حجاب دیکھیے کبتک رہے

مجھپہ یہ اونکا عتاب دیکھیے کبتک رہے
غیر سے دور شراب دیکھیے کبتک رہے

وہ ہین اگر ہٹ دہرم ہین بہی تو ہون ضد کا ایک
باہمی یہ اجتناب دیکھیے کبتک رہے

دام مین زلفون کے ہے ایک زمانے سے قید
طائرِ دل پر عذاب دیکھیے کبتک رہے

کاکلِ پیچان مین یون شیفتہ دُ مبتلا
یہ دلِ خانہ خراب دیکھیے کبتک رہے

وصل کی شب ہم بغل ہم سے جو تہا ماہ رو
یاد وہ اب ہمکو خواب دیکھیے کبتک رہے

مضطرِ بیتاب کو فرقتِ محبوب مین
ہجر سے ہے اضطراب دیکھیے کبتک رہے

جلوہ ترے جمال کا ہر انجمن مین ہے
تو روح ہر بدن مین ہے گل ہر چمن مین ہے

ندرت بہری ہوئی ترے اک اک سخن مین ہے
اے چال باز ایک ہی تو اپنے فن مین ہے

ہم جسکو چاہتے ہین وہ ہر انجمن مین ہے
بلبل ہے جسکی شیفتہ وہ گل چمن مین ہے

ہم سختیان اٹھا کے بہی رکہتے ہین دل وہی
اوس بُت سے یہ ملین گے اگر جان تن مین ہے

ہے تجھکو اختیار جلا دے کہ چہوڑ دے
پروانہ ہے نرا جو تری انجمن مین ہے

مجھ ناتوان کی دیکھ کے میت وہ راہ مین
حیرت سے پوچھتے ہین کہ لاشہ کفن مین ہے

غُربت مین رہ کے مشقِ تصور ہے رات دن
جب آنکھ بند کی تو یہ بندہ وطن مین ہے

پروانہ وار کیون نہ ہون تجہپر نثار ہم
کیا شعلہ میری آہ کا پہونچا ہے دیکہنا
سُنکر سوال آپ تو خاموش ہو رہے
اسکو نہ بہول جانا خدا کے لئے کہین
استادِ داغ اور خدائے سخن کہان
جو ساد گی مین تیری ادا پائی جاتی ہے
کیا سنہ گاون کا ہے جو نہین دل کے داغ پر

تو مثلِ شمع جاوہ نما انجمن مین ہے
اک آگ سی لگی ہوئی چرخِ کہن مین ہے
دیدیجیے جواب زبان تو دہن مین ہے
ساقی یہ تشنہ لب بہی تری انجمن مین ہے
باقی اب اک نشان تو اونکا دکن مین ہے
شوخی مین ہے کسی کی نہ وہ بانکپن مین ہے
کیا شاخ زعفران کوئی بلبل چمن مین ہے

تصدیق اسکی ہمکو تو مضطرؔ نہین ہوئی
سُنتے تہے قدر اہلِ سخن کی دکن مین ہے

وہ پہلی سی نظر ہمپر کہان ہے
اکیلا تو مکینِ ہر مکان ہے
وہ مقتل مین کہڑا ہے میرا قاتل
شریکِ حال ہے ہر حال مین دل
تمہارے ظلم سے جو مر گئے ہین
کہان مین دوسرے کو جا کے ڈہونڈون

عدو پر آج کل تو مہربان ہے
زمین تیری ہے تیرا آسمان ہے
کہ جسکے دوش پر تیر و کمان ہے
مرا ہمدرد میرا مہربان ہے
یہی اون بے نشانون کا نشان ہے
جہان مین دوسرا تجہسا کہان ہے

تمہین جب اوس سے مطلب ہی نہین کچھ | عدو کا نام پہر کیون برزبان ہے
زمانہ تو بشر کہتا ہے تم کو پر | ہمارا اور ہی تم پر گمان ہے
بہلا ہم دیکے دل تجہکو دغا دین | یہ تیرا کیا گمان اے بدگمان ہے
ہمارا کوئی حامی ہے نہ ہمدرد | جسے دیکہو اوسی پر مہربان ہی
ہین جنکی ہے اک مدت سے خواہش | وہ گل بہی باغ مین اے باغبان ہی
اگر پہر سنین ہو جائے پانی | ہمارے درد کی وہ داستان ہے
ابہی خنجر نکالو آزما لو | اگر منظور میرا امتحان ہے
دکہائے جو نشے مین اوسکا جلوا | کوئی ایسی بہی مئے پیر مغان ہے
مسیحان آج تم افسردہ کیون ہو | تمہین کیا غم نصیب دشمنان ہے
بتاتا جا مجہے او جانے والے | کہ یہ ہے نام یہ میرا نشان ہے

غزل اک اور بہی مضطر کہو تم
طبیعت اِس زمین مین گرروان ہے

وہ اچّہا اور بُرا سارا جہان ہے | کہ جسپر میرا مسیحان تو مہربان ہے
ترا یہ ناتوان وہ ناتوان ہے | کہ اک نالے کا جسکے آسمان ہے
ذرا سی بات کو اک طول دینا | بہلا یہ بہی کوئی طرز بیان ہے

ترستا تھا مین جسکے دیکھنے کو
وہ آج آکر مرے گھر میہمان ہے

عدو چھو ہوگیا قاتل سے سُنکر
کہ کل مقتل مین قتلِ عاشقان ہے

کسی صورت سے اب ٹلتا نہین مین
یہ سر ہے اور تیرا آستان ہے

تمہین مین تو نہین کہتا ہون ظالم
یہ اکثر اور لوگون کا بیان ہے

وہ ہرجائی ہے اے جانِ جہان تو
کہ تیرا شیفتہ سارا جہان ہے

جو آئے منہ مین بکدیتا ہے زاہد
عجب کچھ بے تُکی اِسکی زبان ہے

ستا کر مجھکو وہ ایسے ڈرے ہین
کہ خود اُنکی زبان پر الاّمان ہے

کیا ہے منتخب جس بُت کو ہمنے
بہت ہی خوبصورت نوجوان ہے

حقیقی عشق کا اے زاہدِ خشک
مجازی عشق ہی تو نردبان ہے

جسے چاہو اوسے اپنا بنا لو
تمہین یہ داؤن بچپن سے رَوان ہے

گلِ مضمون کھلا ہین کیون نہ مضطر
یہہ عرس بلبلِ ہندوستان ہے

آج اِس روز سے نالہ دلِ ناشاد رہے
مدتون تک فلکِ پیر کو بھی یاد رہے

رشکِ قامت پہ یہ اوس شوخ نے کل حکم دیا
سرو باقی رہے گلشن مین نہ شمشاد رہے

وصل اور ہجر کے قصّے پہ وہ بولے مجھسے
دو ہی کلمہ تجھے کمبخت فقط یاد رہے

کہیکے کچھ اونکے یہ اب سوچ رہا ہون دلمین
کہ خدا خیر کرے کیا مجھے ارشاد رہے

ہوئے پیدا تو ہمین واسطہ رونیسے پڑا
آکے اس عالم ہستی مین نہ ہم شاد رہے

ہائے افسوس تو اس رنگ مین مجھسے خوش ہے
نالہ لب پر ہو زبان پر مری فریاد رہے

جتنا جی چاہے ستائے فلک پیر مجھے
اسکا بدلہ بھی ملیگا کبھی - یہ یاد رہے

اب رہا ہوکے کہان جائین ذرا تو ہی بتا
عمر بھر تو تری ہم قید مین صیاد رہے

چین سے جن کو یہان چرخ نے رہنے نہ دیا
وہی آرام سے جا کر عدم آباد رہے

دوست سے واسطہ رکھا نہ کبھی دشمن سے
ا بدولت تو ہمیشہ یونہی آزاد رہے

مر گیا کہکے یہ اشعار تمہارا مضطر
پڑھ لیا کرنا جو اونمین سے کوئی یاد رہے

اشعار متفرقات

محشر کو روکا چلکے قدم بھر ٹھہر گئے
وہ چال چلنے مین بھی غضب چال کر گئے

رند مضطر بنے کبھی زاہد
ایسے ڈھلمل یقین جناب رہے

نظم مین داغ نثر مین آزاد
دونون صاحب یہ لاجواب ہوئے

حیف مضطر کبھی دیکھا نہ ذرا تو نے عروض
اک یہی سب سے بڑا ہے ترے اشعار مین نقص

ضد یہ ہے اب کے اوڑا دونگا نشانہ دل کا
گو نزاکت سے کمان آپ بنے جاتے ہین

ہم بہی پہونچے ایک بوسے کے لیئے
اونکے گہر پایا جو کل میدان صاف

چل دلا شوقِ شہادت ہے اگر
آجکل مقتل کا ہے میدان صاف

دیکہہ سکتے نہین ہم رعب سے اونکی جانب
ہائے دیدار سے محروم رہے جاتے ہین

چین دنکو ہے ہمین ہائے نہ شب کو آرام
عشق کے ہاتون آلہی بڑے مجبور ہین ہم

مال و زر گر نہین رکہتے تو بلا سے مضطر
دولتِ عشقِ محمد سے تو معمور ہین ہم

وہ بوسے کوئی بے پردہ نہو بات
سمجہتے ہو کہ ہم پردہ نشین ہین

خنجر ناز کی اصلا نہین حاجت اون کو
خود گلا کاٹ کے عشاق مرے جاتے ہین

بہیجے حسین نور کے سانچے مین ڈہال کر
اے حسنِ آفرین ترے قربان جائیے

سوزِ غم نے شمع رو سرو چراغان کر دیا
اب تو آ صورت دکہا دلکا جلانا چہوڑ دے

ہمدمو دشوار مجہکو زندگی پہر کیون نہ ہو
یک قلم جب مجہکو وہ صورت دکہانا چہوڑ دے

گر نہین کام کا ناکارہ ہے واپس کر دین
لیکے دل آپ مرے جان پریشان کیون ہین

یہ اثر صاف ہے بلبل کی پریشانی کا
ورنہ گلزار مین گل چاکِ گریبان کیون ہین

کبہی پرسش ہی فقیرون کی نہین ہوتی ہے
تیرے کوچہ مین صدا دیکے چلے جاتے ہین

کوئے الفت مین قدم ہم نہین رکہتے مضطر
بہولے بہٹکے کبہی اوس سمت چلے جاتے ہین

کہا حق نے لولاک جسکی ثنا مین
تمنائے دل اپنی برآئے مضطر
بلا لیجیئے جلد یثرب مین شاہا
مدینہ مین آجا مدینہ مین آجا
میرے اک اک حرف پر کرتے ہین اہل اعتراض
ناصحا اب یہی سمجھہ جا دیکھہ تو مجھسے نہ اڑ –
رسولِ خدا اب مدینہ مین مضطر –

گنہ گار امت کا وہ پیشوا ہے
جو احمد کے در پر گذر ہو ہمارا
مرے سر پہ غم کی گھٹا چھا رہی ہے
مرے کان مین یہہ صدا آرہی ہے
ہوگیا ہے ایسا کچہہ اونکا حریفانہ مزاج
خادمِ رندان ہو نہین رکہتا ہون رندانہ مزاج
کوئی دن مین ہین تجھکو بلوانے والے

رباعیات

بے خوابیٔ شب سے خواب ہے آنکھونمین
یا کیف مئے شباب ہے آنکھونمین
ہین اور گمانِ بدنصیب اعدا
جو بات ہے لاجواب ہے آنکھونمین

ولہ

نادان ہین جو اک شور بپا کرتے ہین
خاموشیٔ دانان پہ ہنسا کرتے ہین
اٹھتی ہین اونہین پہ انگلیان محفل مین

اوروں پہ جو آوازے کسا کرتے ہیں

رباعی در واقعات شعرائے ہندوار دِحال شہر بمبئی

کہنے کو ناطق و نظامی سب ہیں - اپنی ہی زبان سے گرامی سب ہیں

جتنے بھی ہیں بمبئی میں شاعر مضطر
حق یہ ہے کہ ان دو کے سلامی سب ہیں

خمسہ مصنف بر غزلِ خود

سوئے گردوں نظر ہے کام ہے اختر شماری سے
ستارے ٹوٹتے رہتے ہیں میری اشکباری سے

غرض پردہ دری سے کچھ نہ مطلب پردہ داری سے
فلق سے رنج سے غم سے الم سے آہ وزاری سے

شب فرقت مری کٹتی ہے کس کس بیقراری سے

کوئی کہتا ہے حیران ہو کے شاید اسکو سکتا ہے
کسیکا یہ گمان زلف سیہ کا اسکو سودا ہے

کسیکو وہم یہ اسرار ہے پریونکا سایہ ہے
عزیز و اقربا سب پوچھتے ہیں کسپہ شیدا ہے

میں کچھ بھی کہہ نہیں سکتا کسی کی پردہ داری سے

تصور کسطرح بدلے طبیعت جب نہیں ٹلتی
جھپکتی ہے پلک اپنی نہ در سے آنکھ ہے ہٹتی

اجل بہی تو نہین آئی مصیبت کسطرح گہٹتی ہماری یہ شبِ فرقت کسی پہلو نہین کٹتی

سُنا کرتے تہے کٹجاتی ہے شب اختر شماری سے

شکون اقرار سے ہو تو کبہی انکار تڑپائے کبہی شوخی ہو وہ جس سے حیا آنکہو نمین شرمائے
ادا سے پیار ہو پیدا نظر تلوار برسائے مزے دونون ہمین ملتے رہین جب لطف کچہ آئے

وفا ہو باری باری سے جفا ہو باری باری سے

نہ دیوانہ بنایا اوسنے مجکو چشمِ جادو کا نہ سودائی بنایا حلقۂ پُرپیچ گیسو کا
گلہ کس سے کرون نہین آہ اوس تُرکِ جفا جو کا بنا کر شیفتہ سفاک نے مژگان و ابرو کا

کبہی تیرون سے چہیدا اور کبہی کٹاری سے

خیالِ قامتِ موزون مین موت آئی قیامت ہے وصال اپنا ہوا لیکن وہی اندوہِ فرقت ہے
شبِ وعدہ جو نقشہ تہا مرا اب بہی وہ صورت ہے نہ آنا تہا نہ آیا حیلہ جو اپنی یہ حالت ہے

کہ بعدِ مرگ بہی آنکہین کہلی ہین انتظاری سے

زمانہ کے بلند و پست اِسکے ہر قدم پر ہین کہین کوسون بیابان ہے کہین پتہر ہی پتہر ہین
مثالِ راہِ گم کردہ ہین اِسمین جتنے رہبر ہین یہ راہِ عشق ہے وہ راہ جسمین سب برابر ہین

قدم رکہین جنابِ خضر بہی یان ہوشیاری سے

بنایا جب سے شمعِ حسن نے ہمشکل پروانہ بنا ہے رو کشِ میدانِ محشر اپنا غم خانہ

محبت نے اٹھا دی سب تمیزِ خویش و بیگانہ ہمیں کرنا پڑا ہے عشق میں کس کس سے یارانہ

فغاں سے آہ سے فریاد سے شیون سے زاری سے

کسی کے گیسوئے پُر پیچ کے مفتوں نہ بنجانا لڑا کر آنکھ اک دن دیدۂ پُرخوں نہ بنجانا
خدارا رہ نوردِ منزلِ ہاموں نہ بنجانا۔ کسی لیلےٰ ادا کے عشق میں مجنوں نہ بنجانا

ذرا تم کام لینا حضرتِ دل ہوشیاری سے

ہوئے تھے یہ زمین و آسمان باہم جو سنتے تھے کبھی افسانۂ بربادیٔ عالم جو سنتے تھے
بیانِ جوشِ سیلِ دیدۂ پُرنم جو سنتے تھے جنابِ نوح کے طوفان کا قصہ ہم جو سنتے تھے

وہ اب آنکھوں کے آگے ہے وفورِ اشکباری سے

نہ میں بدمست رہتا ہوں نہ میں ہشیار رہتا ہوں نہ ظاہر میں مقیمِ خانۂ خمار رہتا ہوں
مگر ہر حال میں ساقی کا اپنے یار رہتا ہوں کسی کے نشۂ الفت میں یوں سرشار رہتا ہوں

کہ جیسے مست ہو جاتا ہے میکش بادہ خواری سے

مثالِ حضرتِ منصور ابھی سولی چڑھا دیتی گلے پر صورتِ سرمد ابھی خنجر پھرا دیتی
برنگِ شمس ابھی تو کھال کھچواتی سزا دیتی ابھی مجھ پہ شریعت کفر کا فتویٰ لگا دیتی

دلِ ناداں نے کیا کیا بکدیا بے اختیاری سے

بشر کا رتبہ ایسا ہے فرشتے بھی نہیں ہمسر بنایا ہے اسے مخلوق میں خالق نے اشرف تر

مگر کسکی بدولت یہ ہوا اشرف - ہوا کیونکر	ہماری عقل و دانش تو یہی کہتی ہے اے مضطر

ملا ہے خاک کے پتلے کو رتبہ خاکساری سے

قصیدہ شکریہ طبع دیوان درشان فیض نشان جناب معلی القاب مولانا مولوی صوفی حاجی محمد عبدالرحیم صاحب مختار پالونچہ و جناب مولانا مولوی صوفی حاجی محمد خواجہ ابراہیم صاحب رئیس اعظم دام اقبالہ

ہے جہان مین امدِ فصلِ بہار	کوہ و صحرا بنگئے ہین لالہ زار
قوتِ نامیہ کا وہ جوش ہے	آسمان رس ہے زمین سبزہ زار
ہر روش پر گل کہلاتی ہے نسیم	بن گیا ہر تختہ دامانِ بہار
پڑ رہی ہین ننھی ننھی بوندیان	گر رہی ہے ہلکی ہلکی سی پہوار
اپنے جامے سے ہین باہر سروجُو	جہومتے ہین شکلِ مستانِ بہار
غنچہ و گل ہین چمن مین صف بصف	قمری و بلبل قطار اندر قطار

ابرِ رحمت چہا رہا ہے جا بجا
مست و بیخود ہو رہے ہین بادہ خوار

ساقئ بدمست کا کیا پوچہنا
اپنے جامے مین نہین ہے اجکے بار

حضرتِ زاہد کی توبہ کا ہے قُل
ہر طرف ہے میکدے مین یہ پکار

کرکے واعظ بیعتِ پیرِ مغان
مغ بچون کا آج کرتے ہین شکار

دخترِ رز کی شیخ سے شادی ہی آج
شادیانے بج رہے ہین بے شمار

عام ہے اب دعوتِ دستِ سبو
میزبان ہے ساقئ گلگون عذار

میکشون کی خوب بن آئی ہے آج
مدتون مین دلسے نکلا ہے غبار

کوئی بے پر کی اڑتا ہے کہین
چہیڑتا ہے کوئی مستانہ ملہار

دیکہکر یہ سیرِ دلکش یک بیک
فرطِ حیرت سے ہوا مین بیقرار

مدحتِ محسن کی دلمین دہن بندہی
کون وہ محسن مرے عالی وقار

ذی حشم ذی مرتبہ ذی مقدرت
حضرتِ **عبدالرحیم** نامدار

انکے بہائی **خواجہ ابراہیم** بہی
جن کی خوبی کا نہین ممکن شمار

ہین یہ دونون آفتاب و ماہتاب
ہے انہین کے دم سے عالم مین بہار

کیا بیان ہون انکے اخلاقِ حسن
خلقِ احمد کی ہین گویا یادگار

مدح عالی مین وہ مطلع اب پڑہون
ہو جوابِ مطلعِ ابروے یار

مطلع ثانی

اِنکے دم سے رونقِ لیل و نہار　　فیض سے اِنکے ہے روشن روزگار
رحم بندون پر کیا کرتے ہین یہ　　اِن پہ نازل رحمتِ پروردگار
کون ہے ایسا زمانے مین سخی　　کوئی مانگے ایک یہ بخشین ہزار
اِنکی بخشش بیکسون کی پردہ پوش　　فیض اِنکا مفلسون کا پردہ دار
غنچۂ خاطر شگفتہ ہو گئے　　ہے نسیم لطف کی اِن کے بہار
راستی کا اِن سے وہ نکلا چلن　　بل کی اب بیتی نہین ہے زلفِ یار
صوفی صافی منش پاکیزہ خو　　متقی و عابدِ شب زندہ دار
عادل و باذل سخی آلاسخیا　　ذی کرم ذی مرتبت ذی اقتدار
وقتِ حج ایسے کئے ہین کارِ خیر　　جتنے ہین مشہور امصار و دیار
وقف ہین راہِ خدا مین جان و مال　　اِس سخاوت اس کرامت کی نثار
اِنکے صدقے مین ہوئے حاجی بہت　　غیر ممکن ہے کہ ہو اون کا شمار
لات مارین گورِ حاتم پر ابھی　　سامنے آئے جو سائل ایکبار
اِس سخاوت کا کوئی فردِ بشر　　آجتک ہمنے نہ دیکھا زینہار

آپ ہین اپنی نظیر اپنا جواب — انکی بے مثلی کا قائل روزگار
پیر گردون نے نہ دیکھا عمر بھر — کوئی ایسا ذی حشم ذی اعتبار
قدر دانِ اہلِ علم و اہلِ فن — اہلِ حاجت کے ہین یہ حاجت برار
انکی خوشبو سے معطر ہے جہان — ہند کیا کیا چین و تبت کیا تتار
حامیِ ہر بیکس و ہر ناتوان — دستگیرِ عاجز و دور از دیار
شکر احسان کا ادا ہو کس طرح — گو زبانین میرے منہ مین ہون ہزار
میرے دیوان کی اشاعت کا سبب — ہو گئے یہ دونون صاحب باوقار
حصر دیوان کی اشاعت پر نہین — میری شہرت کا انہین پر ہے مدار
تا کجا اے مضطر اب طولِ سخن — بس دعا پر کر بیان سے اختصار
یا خدا جبتک گلو نین بو رہے — یا خدا جبتک چمن مین ہو بہار
یا خدا جبتک کھلین گلشن مین پھول — گل پہ ہو جس وقت تک بلبل نثار
باغِ عالم مین پھلین پھولین مدام — میرے محسن ذی حشم ذی اقتدار

بارور ان کا رہے نخلِ مراد
تا ابد ہون روز افزون برگ و بار

نامۂ شوق

مرے مشفق و مہرباں نیک نام
خدا تجھکو دنیا مین رکّہے مدام

ہو تسلیم مقبول اے ذی شعور
سوا اِسکے کیا لکّہون اے رشکِ حور

ترے سامنے مہر و مہ ہین حقیر
وہ ہے ایک دنیا مین تو بے نظیر

نہ ملنے کا مجھکو بتادے سبب
کہ ہون نیم جان ہجر مین تیرے اب

نہین یاد کیا وہ زمانہ رہا
کہ ہم تم مین کیا دوستانہ رہا

وفا تونے کی تو بہی ایسی ہی کی
جفا تونے کی تو بہی ایسی ہی کی

کہیک لخت وہ بے رخی تونے کی
ہوا قطع سب رشتۂ دوستی

قسم قول کو رکہدیا طاق پر
ملا مجھکو اوس عہد کا یہہ ثمر

کہ اپنے پرائے سے نفرت ہوئی
غم و رنج کہانے سے الفت ہوئی

خدارا مری اب خطا کر معاف
ترا حم سے پیش آ تو کر دلکو صاف

یہ اسلام سے دور ہے اے عزیز
کہ رکہتے نہین بعض اہلِ تمیز

تو ارسال کر جلد خط کا جواب
دلِ مضطرب کا ہو کم اضطراب

کیاّ خط کو مضطر نے لکّہہ کر تمام
ملاقات پہر ہو بہم والسّلام

خط بنام جناب معلی القاب مولانا مولوی منشی حافظ

محمد سعید خان صاحب بہادر رئیس صادبنیر ملازم ریاست دہرم پور ضلع بلندشہر

مرے دوست سچے محمد سعید
وزارت پہ قایم رہو تم مدام
سلام علیکم ہو میری قبول
مین آیا ہون جس روز سے مہربان
طبیعت کو ہے میری ازحد ملال
روانہ کرو جلد تر اپنا خط
مرے وہ جو ہین دوست عبدالرحیم
وہ اسحاق مرد لیاقت شعار
وہ عیسی جو ہین ایک مرد شریف
سراپا کرم دوست عبدالعزیز
وہ اصغر جو ہین ساکن رام پور

ہراک روز ہو آپ کا روز عید
ہمیشہ خوشی سے رہے تمکو کام
سوا اسکے کہنا ہے بیشک فضول
نہین آیا خط اس سے دل ہے تپان
ہراک وقت ہے آپ کا ہی خیال
مرا شاد دل تم کرو ہر نمط
لئیق و کریم و عقیل و فہیم
محمد بھی ہے نام ہین جن کے یار
نہایت متین اور نہایت ظریف
ہراک طور کی جن کو پوری تمیز
نہایت ہی لایق بڑے ذی شعور

غرض سبکو مضطر کا پہونچے سلام

جواب اسکا جلد آئے اے نیک نام

سہرا جشن شادی میمنت آبادی جناب معلی القاب محمد حسن خانصاحب ششدر تلمیذ مصنف رئیس اعظم قصبہ سکروڈہ ضلع سہارنپور

مرحبا دلکش و دلچسپ دل آرا سہرا
للہ الحمد بنے نوشہ جناب ششدر
دیکھکر جلوہ نہ محفل کہین بیخود ہوجائے
شوق دیدار مین بن جھکے سراپا آنکھین
دیکھکر غیر اسے دل مین کٹے جاتے ہین
ہے وہ پر نور نگا ہون مین کھبا جاتا ہے
اور بہی پہولون کے سہرے نے بڑہادی رونق

پیارے نوشاہ کے سر پر ہے پیارا سہرا
گوندکے خوب ہی مالن نے سنوارا سہرا
رخ روشن سے اُٹھے نہ خدارا سہرا
قد نوشاہ کا کرتا ہے نظارا سہرا
چشم بدبین کے لئے بن گیا آرا سہرا
جلوہ نور خدا ہے کہ تمہارا سہرا
تہا یونہین سر پہ ترے علم و ہنر کا سہرا

مصرعہ سال چمکتا ہوا مضطر نے کہا
نورافروز مبارک ہو یہہ پیارا سہرا
۱۳۲۳ھ

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY HYDERABAD-7

قطعه درشان فیض نشان وزارت پناه فتوت دستگاہ عالیجناب راجه راجایان سرکشن پرشاد مہاراجه بہادر کے سی۔ آئی۔ ای۔ جی۔ سی۔ آئی۔ ای یمین السلطنته پیشکار و مدارالمہام سرکار عالی المتخلص به شاد تلمیذ حضرت آصف خلد اللہ ملکه

اے مہاراجه بہادر اے یمین السلطنت
فیض جاری آپ کا ہو بڑھتی دولت کیطرح

اک نگاہِ لطفِ حضرت مین سنور جاین تمام
گر بگڑ جاین کسی کے کام قسمت کیطرح

اے زہے شانِ تواضع اے زہے زہد و ورع
کیا جھکی ہے خلق محرابِ عبادت کیطرح

آپ سے سیکھے کوئی داد و دہش کے طور کو
کرتے ہین جود و سخاوت تو سخاوت کیطرح

صورتِ آئینه حیران روح حاتم ہو گئی
آپ کی شہرت اڑی جب رنگِ حیرت کیطرح

جلد ہو رفع تردد ایسی صورت ہو کوئی
حال میرا ہے پریشان میری صورت کیطرح

لائی مضطر کو درِ دولت په قسمت شکر ہے
اضطرابِ دل مناسب گردِ کلفت کیطرح

قطعه درشان عالیجناب نواب عزیز یار جنگ بہادر المتخلص عزیز

ناظم عطیات صرفخاص تلمیذ فصیح الملک داغ دہلوی

اے مہر سپہر کامگاری
نواب عزیز یار جنگ آپ
خورشید و قمر ہین زیر فرمان
کیا آپکے فیض کی ہے تسخیر
ہین فتح و ظفر جلو مین ہر دم
مطلب دنیا کا یا ہو دین کا

اقبال و حشم ہون رام دونون
رکہتے ہین نشان و نام دونون
حاضر ہین یہہ صبح و شام دونون
مداح ہین خاص و عام دونون
کیا دل سے بنے غلام دونون
ہون آپکے پورے کام دونون

مضطر کی زبان و دل - خدا سے
ہین صرف دعا مدام دونون

جشن شادی میمنت آبادی جناب معلی القاب نواب عمر خانصاحب بہادر

بتخلص وفا خلف نواب برق جنگ برق الدولہ بہادر حیدرآباد دکن

کتخدا گشت چو نواب عمر خان وفا
شیفتہ بر رخ نوشاہ ملک حور و پری
معدن خلق فلک رتبہ و فیاض زمان

ابر رحمت بہ کرم برق تجلی بہ جمال
حسن آن حسن کہ شرمندہ شود بدر کمال
روز افزون بود از فضل خدا جاہ و جلال

روز و شب از تہِ دل ہست دعائے مضطر
بادِ نوشاد درین دہر ہمیشہ خوشحال

قطعہ درشان جناب معلی القاب مسٹر محمد عظیم خانصاحب بہادر ملک التجار رئیس اعظم قصبہ بدلاپور ضلع ٹھانہ ملک کوکن

اے محمد عظیم خانصاحب
عادل و باذل و سخی و کریم

صاحبِ فیض حاتمِ دوران۔
معدنِ لطف وجود و فیضِ عمیم

قطعہ مبارکباد خلافت خاندان قادریہ و چشتیہ جناب سید فخرالدین صاحب وکیل خطیب سجادہ شاہ سید حسینی خلیفہ محبوب العاشقین مد ظلہ

مبارک ہو مبارک ہو مبارک ہو مبارک ہو
بنایا تمکو حضرت نے خلیفہ اس ولایت کا

کوئی دیکھے تو سید فخرالدین اوسکو دکہا دینا
سند کے واسطے تمغہ ملا ہے جو خلافت کا

قطعہ تاریخ ولادت باسعادت صاحبزادہ ابوالافتخار عبدالباقی خواجہ سید

محمد خلف جناب صوفی سیدی خواجہ سید احمد صاحب النقشبندی البخاری

حضرتِ سید جو ہین میرے رفیقِ دل نواز — فاضلِ بے مثل اولادِ علیٔ مرتضےٰ
اونکے گھر پیدا ہوا نورِ نظر لختِ جگر — نیّرِ برجِ سعادت گوہرِ درجِ علا
راحتِ جانِ پدر ہے نورِ چشمِ والدہ — جانتے ہین تارا اپنی آنکھ کا سب اقربا
دوستون نے محفلِ عشرت کو گرمایا ہے یون — ہو مبارک کوئی کہتا ہے تو کوئی مرحبا
یہ نہالِ زندگانی میوۂ باغِ اُمید — اے خداوندِ جہان ہر دم رہے پھولا پھلا
عمر سے اپنی یہ برخوردار با اقبال ہو — اس کے سر پر حشر تک سایہ رہے ماں باپ کا

مصرعِ تاریخ برجستہ تم اے مضطرؔ کہو
مہ جبین اچھا خدا نے یہ کیا بیٹا عطا
۱۳۲۴ھ

قطعہ تاریخ ولادت باسعادت دختر نیک اختر جناب قاضی عبدالرحمن صاحب تخلص فوقی تلمیذ مصنف رئیس احمد نگر ملک دکن خلف جناب قاضی احمد صاحب مرحوم

جنابِ عبدالرحمن قاضیٔ ذی رتبہ و خوشخو — جو کلیانی کے ساکن ہین رئیسِ نامی و اعظم
اونہین کا آج نخلِ آرزو تازہ ثمر لایا — عطا لڑکی اونہین کی حق نے مثلِ حضرتِ مریم
رہے پھولا پھلا یہ پھول باغِ زندگانی کا — دعا خلاقِ مہر و ماہ سے اپنی ہے یہ ہر دم

کہو اب مصرعۂ سالِ ولادت تم براے مضطر
مُبارک راحتِ جان ہو یہ بلقیسِ زمان بیگم
۱۳۲۴

قطعہ تاریخ ولادت باسعادت فرزند ارجمند جناب معلی القاب سیٹھ شمس الدین صاحب بہادر رئیس اعظم کلیان ضلع ٹہانہ ملک کوکن دام اقبالہ

یہ نشاط ایسی خوشی ایسا طرب یہ فصلِ گل ۔ پہول اے ساقی پلا بہر بہر کے ابتو جامِ زر
رات رشکِ شب برات اور دن ہی رشکِ روزِ عید ۔ کیا دکہاتے ہین مزہ رنگِ شفق نورِ سحر
ہے مہینا عید کا جمعہ کا ہے روزِ سعید ۔ اپنی پوری روشنی سے چاند ہی ہر جلوہ گر
ہے شبِ عُرسِ جنابِ شاہِ مخدومِ علی ۔ قطبِ کوکن قدوۂ اہلِ صفا عالی گہر
اِس مُبارک شب مین جو ہین مہر مشفق مہر دوست ۔ نام نامی جن کا شمس الدین صاحب مشتہر
حال پر اون کے کرم خلّاقِ دوران نے کیا ۔ اون کے گہر پیدا ہوا نورِ نظر لختِ جگر
دیکہکر روشن جبین اوسکی یہ کہتے ہین تمام ۔ نور شمس الدین کا ہے غیرت افزاے قمر
نام ابراہیم اسکا اسلیے رکہا گیا ۔ ہے یہ گلرو تازہ باغِ زندگانی کا ثمر
دیر سے ہین یہ دعا اوسکے چچا عبد السلام ۔ رکہ سلامت اسکو اے خلّاقِ عالم عمر بہر
خوش رہے مان باپ کے سایہ مین یہ طفلِ حسین ۔ اپنا دل ٹہنڈا کرین اسکو اقارب دیکہ کر

مصرعۂ تاریخ برجستہ یہ مضطر نے کہا
دیکھنا مہتاب شمس الدین ہوا ہے جلوہ گر
۱۳۲۴ھ

قطعہ تاریخ ولادت باسعادت فرزند ارجمند جناب قاضی عبدالرحمن صاحب تخلص ذکی تلمیذ مصنف رئیس اعظم احمد نگر ملک دکن خلف جناب قاضی احمد صاحب مرحوم

ذکی صاحب جو ہین شاگرد بہی اور دوست ہی میرے
ذکاوت اون کی مشہور اور شہرہ خُلقِ امجد کا
بڑے ہی نیک سیرت ہین بڑی ہی نیک طینت ہین
کہانتک ہین کرون ذکر آپکے اوصافِ بیحد کا
رئیسِ نامور کلیان کے ذیجاہ ذی رتبہ
بہت ممنون ہون ہین جنکے لطف وجودِ بے عدکا
سخندان وسخن فہم وسخن سنج وسخن گُستر
ہے آوزہ جہانمین جن کے اشعارِ مجدد کا
ہوا فرزند دلبند اونکے گہر پیدا مُبارک ہو
ہمایونی کا باعث ہے تولد طفلِ اسعد کا
نگاہو نمین کہُبی جاتی ہے رُخسارونکی رنگینی
نظر آتا ہے اک بوٹہ سا۔ یہ انداز ہے قد کا
ادہر لختِ جگر ہان کا اودہر لختِ دلِ والد
مگر ہے خاصۃ فرزند مین حرفِ مشدّد کا
سعادت مند با اقبال فرزندِ گرامی ہو
کرے روشن الٰہی نام یہ اپنے ابوجد کا
رہے شاخِ نہالِ آرزو شاداب بار آور
پہلا پہولا رہے گلشن مرے شاگردِ ارشدکا

لکہے سالِ ولادت کیون تامل ہے تمہین مضطر

کہو آرام جان ہے دیکھنا مشتاقِ احمد کا

قطعہ تاریخ وفات جناب مستطاب عرش پایگاہ گردون بارگاہ غریق لجہ توحید محو دریائے تفرید قبلہ عاشقان جلوہ وجود کعبہ فرفتگان نور شہود لخت جگر جناب بتول نور نظر حضرت رسول فانی فی اللہ باقی باللہ مولانا وسیدنا ابو الحسین نوری میان صاحب مارہروی قدس سرہ العزیز

مطلعِ انوارِ یزدان حضرتِ نوری میان
مایۂ الفقر فخری شمع بزمِ اولیا
گوہرِ بحرِ کرامت نیّرِ برجِ شرف
چھوڑ کر دنیا سے فانی راہیِ عقبیٰ ہوئے

مخزنِ اسرارِ عرفان مرشدِ روشن ضمیر
طالبِ مولا حقیقت کیش پیرِ دستگیر
عاشقِ شاہِ اُمم مقبولِ خلّاقِ قدیر
ایک عالم کے جو تھے پشت و پناہ بےنظیر

مضطرِ مشتاق لکھو مصرعۂ سالِ وصال
نورِ مولا میں ملے نوری میان پیرِ کبیر

قطعہ تاریخ انتقال فاطمہ خانم دختر نیک اختر جناب معلی القاب مرزا عباس بیگ صاحب ناظم محکمہ جنگلات ضلع میدک رئیس حیدرآباد

فاطمہ بنتِ میرزا عباس
شُد نہان زیرِ خاک واویلا

سالِ رحلت چنین بگو مضطر
فاطمہ شب بخلد بزم آرا
۱۳۲۴ھ

قطعہ تاریخ وفاتِ فرزندِ دلبند جنابِ معلی القاب فیض مآب سیٹھ محمد غلام حسین صاحب بہادر رئیس اعظم قصبہ اُرن ضلع قلابہ خلف سیٹھ محمد جعفر صاحب رئیس اعظم ملک کوکن مرحوم مغفور

لاڈلا ماں کا تہا اور باپ کے دلکا پیارا
اور چچا جان کی آنکھوں کا تہا تارا یوسف

ساری بستی کی زبان پر ہے یہ حسرت سے صدا
دو ہی دن ٹہیر کے دنیا سے سدہارا یوسف

کوئی ماں باپ سے پوچھے تو یہ کہدیتے ہین
چلبسا موت کی ہمراہ ہمارا یوسف

نہ رہا آپ نہ کچھ اپنی نشانی چھوڑی
رہ گیا نام یہ دنیا ہین کہ پیارا یوسف

خواب ہین ماں سے ملک کہتے ہین حورونکی پیام
کہ نہ گہبرانا بہت خوش ہے تمہارا یوسف

کبھی کہتے ہین کہ گر صبر کروگے اوسکو
تو قیامت کو ہے بخشش کا سہارا یوسف

ماہ جو تہا ہے تو سنہ تیرا سو چھبیس ہجری
۱۳۲۶ھ

کہدو اب تم ہی یہ مضطر کہ سدا ہا را یوسف

سجعات

جناب مستطاب فیضمآب والاخطاب نواب محمد نیاز احمد خانصاحب بہادر رئیس اعظم صابری چشتی قصبہ سکروڈہ ضلع سہارنپور

مقبول خدا گشت نیاز احمد

جناب مستطاب والاخطاب مولانا منشی راو محمد فیاض علیخانصاحب بہادر رئیس اعظم قصبۂ سکروڈہ ضلع سہارنپور

فیاض علی سا نہوا کوئی جہان مین

جناب مستطاب معلی القاب راو فرزند علیخانصاحب بہادر رئیس اعظم قصبہ سکروڈہ ضلع سہارنپور

فرزند علی معرکہ کرب و بلا دید

جناب مستطاب فیضمآب نوابؐ منشی محمد حسن خانصاحب بہادر رئیس اعظم قصبۂ سکروڈہ ضلع سہارنپور خلف راور حم علیخانصاحب مرحوم

	خدا کے ہیں مظہر محمد حسن	

جناب مستطاب معلی القاب نوابؐ محمد علیخانصاحب بہادر برادر جناب نواب غلام محی الدینخانصاحب عرف دسوندی خانصاحب رئیس سکروڈہ ضلع سہارنپور

	برگزیدہ خدا محمد علی	

جناب مستطاب معلی القاب فیضمآب نوابؐ فتح محمد خانصاحب بہادر خلف جناب راو امداد حسین خانصاحب سجادہ حضرت سید بہیک صاحب رئیس قصبہ سکروڈہ ضلع سہارنپور

	شدہ زیر عالم بہ فتح محمد	

جناب مستطاب والا خطاب راؤ فیض علیخانصاحب بہادر خلف
راؤ سعادتعلیخانصاحب بہادر رئیس اعظم قصبہ سکروڈہ ضلع سہارنپور

جہان مین ہے مشہور فیضِ علی

جناب مستطاب والا خطاب نواب حکیم رشید علیخانصاحب بہادر برادر
زادہ جناب نوّاب محمد معصوم علیخانصاحب رئیس اعظم قصبہ
سکروڈہ ضلع سہارنپور

عبدِ رشید ہون مجھے دنیا سے کیا غرض

جناب معلی القاب عرش پایگاہ گردون بارگاہ غریق لجہ توحید محو دریائے تفرید
صوفی فانی فی اللہ مولانا و سیّدنا حضرت خواجہ اللہ بخش صاحب فخری
نظامی تحشوی قدس سرہ

ہر گنہ گار کو اے اللہ بخش

جناب مستطاب والاخطاب نواب مسٹر طفیل احمد صاحب بہادر
خلف جناب مولانا مولوی ڈپٹی ضامن علیصاحب مرحوم رئیس اعظم
قصبہ گلاوٹھی ضلع بلندشہر

مقبولِ دعا شد بہ طفیلِ احمدؐ

جناب مستطاب معلی القاب والاخطاب فیض مآب نواب
محمود علیخان صاحب بہادر رئیس اعظم محلہ فراشخانہ شہر دہلی
جج ہائیکورٹ رامپور اسٹیٹ

محمود علی شد بہ ہمہ عقدہ کشائی

جناب مستطاب والاخطاب فیضمآب محمد یعقوب صاحب مجسٹریٹ
صابری چشتی رئیس اعظم محلہ دیپا سرائے شہر سنبھل ضلع مرادآباد

ہست شیدائے محمدؐ یعقوب

جناب مستطاب والاخطاب منشی ڈپٹی محمد جان خانصاحب بہادر رئیس اعظم محلہ کاٹھ کا پل خاص شہر ضلع مراد آباد

محمد جان دا یمان جہانست

جناب مستطاب والاخطاب نواب مسٹر فدا علیخانصاحب خلف جناب حافظ مبارک علیخانصاحب بہادر مرحوم رئیس رامپور سٹیٹ

فدا۔ علی پہ دل و جان سے ہے یہ دل میرا

جناب مستطاب والاخطاب فیضمآب صوفی و صافی مولوی و مولائی حضرت قاضی غلام احمد صاحب مرحوم رئیس احمد نگر ملک دکن

غلام احمد مرسل بدل شوم مضطر

جناب معلی القاب نواب مولانا مولوی محمد اکبر خانصاحب بہادر محلہ اردو حیدر آباد دکن

ہین رسولون مین محمدؐ اکبر

جناب معلی القاب نواب محمدؐ قربان علیصاحب بہمن جنگ بہادر دام اقبالہ حیدر آباد دکن

دل فدا ہے جان قربانِ علی

جناب معلی القاب صوفی صافی فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت حاجی سیدی محمدؐ وارث علی شاہ صاحب قدس سرہُ العزیز

مری جان و دل کے ہین وارث علی

جناب معلی القاب مولانا مرشدنا عامل و کامل فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت خواجہ غلام حسین صاحب فخری نظامی تھانویؒ مدظلہ

غلام محمدؐ غلام حسینؑ

باب التمثیر

تقریظاتِ دُرِ تاجِ سخن

تقریظ دلپذیر از فکر عالی کلکِ گوہر سلکِ معنی نگار عالی افتخار جوہر شمشیر فصاحت گوہر درج بلاغت جناب معلی القاب مولانا منشی حکیم سید محمد علی صاحب ملیح آبادی المتخلص بہ عرش مدظلہ

اردو زبان مین دن دونی رات چوگنی ترقی ہو رہی ہے، اور جدید تصنیفات، تالیفات تراجم، کی بہر مار ہوتی چلی جاتی ہے۔ مگر اس ذخیرے مین اگر ڈہونڈہو، اور کہوج لگاؤ، تو کارآمد اور مفید کتابین بہت کم نکلین گی، جس کے دو چار صفحے ہی پر اردو زبان مین اضافہ کئے جانے کا اطلاق ہو سکے۔ یا کم سے کم رطب ویابس ہی مین شمار کیجا سکین۔

یہ کیون ؟۔ اسکا سبب یہ ہے کہ جس کو اہل علم کا طبقہ کہہ سکتے ہین، اوس طبقہ نے بعد تحصیل و فراغ علوم رسمیہ، متداولہ، علمی مذاق سے بالکل دلچسپی نہین رکہی، نہ اہل علم اور شایقین علم و فن کے مجمع اور صحبت سے، استفادۃً۔ تبادلہ خیالات۔ علمی اور عملی کیطرف مائل ہوئے، نہ ممالک متحرنہ کے حالات سے

کماہی واقفیت پیدا کی۔ بجز ادخال دائرہ ملازمت، جلب منفعت، اور جستجوے اشکال اکل وشرب، ضروریات روزمرہ، علمی عملی کام نہ لیا۔ جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اہل علم درگور، اور علم درکتاب کا، مصداق ہوگیا۔ اور ایسی کساد بازاری شروع ہوئی کہ اوسپر۔ زہریلے پانی کے چند گھڑے اوبل پڑے۔ اس سمّی پانی سے اردو کے ہونہار، سبز وشاداب پودے، پژمردہ ہوکر کملانے اور سوکھنے لگے لیکن باغبان اردو اوسی طرح بادۂ غفلت مین سرشار ہین۔

اسوقت ایک دیوان مسمی بہ دُرِ تاجِ سخن ہمارے پیش نظر ہے جسکو اوّل سے آخر تک بالاستیعاب دیکھا۔ اور خوب دیکھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے مکرم دوست منشی محمد علی صاحب مضطر دہلوی (نبیرۂ حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمہ) یادگار خاندان ہین۔ جنکا سارا دیوان کا دیوان، اوسی خاندانی خصوصیات شان، رنگ، مذاق، مین ڈوبا ہوا ہے۔ مضامین وہی۔ وہی لوچ، نزاکت، شگفتگی۔ عالی خیالی، بلند پردازی، موجود ہے۔ وہی بے چین اور دل مین گدگدی پیدا کرنے والی تشبیہین، وہی شب فراق وہجر کی آہ وزاریان، وہی نالۂ جانسوز، ودلگداز ترانے عالم جوانی کی سرمستیان۔ بوالہوسانِ محبت اور رندانِ خرابات کی ہوسناکیان عشق حقیقی کے جذبات، اور شاہد حقیقی کی لو، پر اثر خیالات، عالم کا نشیب و فراز،

اہل کمال کی نا قدردانی، زمانہ کی بدسلوکی روزمرہ سیدہی سیدہی صاف صاف میٹھی میٹھی باتین، آپس کی نوک جھوک، زاہدانِ خشک اور ریاکار کی مکاریان، مجازیت کے اشارے۔ کنائے۔ عشوے، غمزے، ادا کی بولتی ہوئی تصویرین اصطلاحات استعارات۔ محاورات۔ اور دہلی کی ٹکسالی زبان، دیگر اصناف شاعری کے جیتے جاگتے مجسمے پیش کیے ہین۔

حقیقت مین نگاہ اِس دیوان کو دیکھکر تمامی مضامین، خیالات، جذبات، اثرات۔ مذاق کے اشعار کا لطف اٹھا سکتی ہے اِس طبقہ کے اور حضرات کا بھی کلام نظر سے گزرا، مگر جو جناب مضطر دہلوی کے دیوان مین لطف ہے وہ۔ کچھ اور ہی شئے ہے۔ یہ دیوان ایسا ہے۔ کہ ہر سخن سنج، سخن فہم۔ سخندان کو اِسپر نظر ڈالنی چاہیے اور وہان کے باشندون کے لئے تو یہ خصوصیت سے ایک نعمت غیر مترقبہ، بے بہا ذخیرہ، زباندانی کا راہنما ہے۔ جو زبان دان نہین ہین۔ مگر زباندانی کا شوق اور اہل زبان سے فیض اُٹھانا چاہتے ہین۔

بیشک اِس دیوان کو دیکھکر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اکثر تخیلات اور جذبات اِسمین اچھوتے، سچے، موثر، نصیحت پذیر، عبرت انگیز ہین اور اردو مین ایک قابلِ قدر اضافہ ہے فقط۔

تقریظ دلپذیر از فکر عالی متعالی جناب معلی القاب مولانا مولوی محمد محمود عالم صاحب المتخلص قیصری ریاست کوٹہ ملک راجپتان

سچ تو یہ ہے کہ شاعری کسی کی میراث نہین ہے اور شعر گوئی کے لئے کوئی مضمون بہی مختص نہین ہندوستان مین صدہا ہزارہا شاعر ہین اور ہوتے جاتے ہین مگر شعر کے لئے جب زبان کی ضرورت پڑی تو دہلی کے محاورات کی تلاش ہوئی تو دہلی سی دہلی ہی کی زبان اور محاورات نے شعرون مین فصاحتِ خداداد سے نام پاکر مشرق سے مغرب تک اپنا سکّہ جما دیا ہے دہلی کی وہ ایک زبان ہے جس کا لوہا تمام مانتے ہین دہلی ہی وہ ایک بے مثل سرزمین ہے۔ جہان ذوق و غالب داغ مرحوم و ظہیر و ضیا مدظلہ سے شاعر گرامی قدر پیدا ہوئے کہ جن کی نظیر اور عدیل اور اطراف مین معدوم ذوق مرحوم نے اردو زبان مین جو جان ڈالی ہے زمانہ گواہ ہے غالب کی صحت و درستی کا جہان قائل ہے داغ کی زبان اور فصاحت سے بھرے ہوئے اشعار کا ایک عالم شیدا ہے۔ کیون نہو۔ دہلی کا اثر حضرت خواجہ میر درد رحمۃ اللہ علیہ جن کو ہر ایک اردو کا بولنے والا جانتا ہے کہ اردو کے وہ کون تھے؟ غرض یہ ہے کہ دہلی

ہی کی زبان کا نام - اردو ہے اور دہلی ہی کے خطّہ سے اردو شاعری کے مادہ کی اصل ہے اور باقی سب اس کے خوشہ چین ہین اور یہہ سچ ہے کہ دہلی کے ایک بھٹیارے کا لڑکا جس فصاحت سے اردو مین بات چیت کرنے کا عادی ہوگا اوس کے مقابلہ مین دوسرے شہر کا بہت بڑا اردو دان مثل طفلِ مکتب ہے اسکی نظیر کے حضرات لکھنؤ اور دہلی کے وہ وہ معرکہ جو صرف زبان دانی اور محاورات کی تحقیق مین گذرے ہین شاہد ہین۔ اور محتاج بیان نہین۔

اس سے ہماری غرض اور منشا یہ ہے کہ ہمارے شفیق کریم رفیق معظم منشی سیّد محمد علی صاحب المتخلص بہ مضطر کا جو یہ دیوان ہے اپنے آپ لاثانی ہے۔ محاورات کی بندش مضامین کی شستگی الفاظ و تلفظ کی صحت دہلی کے روزمرہ کی باتین ایک ایک رنگ علیحدہ علیحدہ دکہا رہی ہین جس جگہ حسرت کا بیان ہے دل کو توڑ دیا ہے وصل کے ذکر مین آتشِ شوق بہڑکا دی ہے صدمۂ فراق سے کوہ الم توڑ کر سینۂ عاشق پر گرا دیا ہے۔ غرض یہ کہ ایک ایک مضمون اپنا ایک ایک سین دکہا رہا ہے ہر ہر جملہ سے ایک ایک مرقع نمایان ہو رہا ہے حضرت مضطر ہمارے محب مخلص دہلوی ہین پہر کیون نہ ٹکسالی زبان کے مالک ہون دہلی کے محاورات بندش بہلا کیسے چھوٹ سکتی ہے اور دہلی کے دلچسپ اور چلبلے فقرون کا استعمال کسطرح رک سکتا ہے

علاوہ ازین سونے پر سہاگا حضرت فراق شہرۂ آفاق کے شاگرد ارشد اور رشتہ کیطرف سے خواہرزادہ ہین پہر کیون نہ اس کلام مین دل لبہانے کا اثر پیدا ہوا اور زمانہ شیدا ہو دعا ہے کہ یہ دیوان مقبول انعام ہوا اور زبان زد خاص و عام ہو فقط

قطعات تاریخ دُرِتاج سخن

(۱) جناب مستطاب معلی القاب مولانا مولوی سیٹھ میمن محمد عبدالرحیم صاحب اختر خوش اختر رئیس کھانڈوی حال وارد بمبئی تلمیذ حضرت ظہیر دہلوی

خوش بیانی کا واہ کیا کہنا
کی نظر جس نے حسنِ معنی پر
ہائے کیا چلبلے مضامین ہین
فکرِ تاریخ جب ہوئی اختر

خوب دیوان انتخاب کیا
رہگیا تہام کر وہ دل اپنا
منہ سے بے ساختہ یہی نکلا
ہاتفِ غیب سے یہ آئی ندا

سرِ حاسد اُتار کر کہدو
طبع دیوان بے نظیر ہوا۔ ۱۳۲۸ھ

(۲) جناب مستطاب مولانا مولوی منشی محمد سلیمان صاحب بہ تخلص اوج

احمد نگری شاگرد حضرت تجمل جلال پوری

جو دیوان مضطر کا شایع ہوا ہوے شاد مان جتنے ہین اہل فن

چمکتی ہوئی اَوج تاریخ لکھ
فروزندہ ہے ماہِ برجِ سخن
۱۳۲۸ھ

(۱) جناب مستطاب مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب المتخلص بہ احسن اڈیٹر پرچہ فصیح الملک مارہروی ضلع ایٹہ تلمیذ فصیح الملک داغ دہلوی

مرے دوست سید محمد علی
طبیعت بہت جن کی معقول ہے

اونہین شعر گوئی کا ہے شوق یہ
کہ دن رات دل اوس مین مشغول ہے

مرتب جو دیوان وہ کر چکے
تو تاریخ گوئی بہی معمول ہے

جو ہے فکر تاریخ احسن تو لکھ
کہ۔ دیوانِ مضطر یہ مقبول ہے
۱۳۲۸ھ

(۲) جناب مستطاب مولانا مولوی سید محمد حسن صاحب المتخلص بہ احسن تلمیذ حضرت نور محمد صاحب انور مدظلہ الاکبر

ہے پیش نظر جلوۂ محبوب سخن　　قربان ہون نہ کیون دیکھہ کے ہم اِسکی پھبن

دیوان مین مضطر کے ہے کیسی خوبی
دلّی کی زبان ہوتی ہے کیا خوب احسن
۱۳۲۸ھ

(۱) جناب مستطاب غلام محبوب خانصاحب جمعدار صرفخاص ساکن بیرون یاقوت پورہ حیدرآباد

چھپ گیا لو مضطر نازک بیانکا اب کلام　　ہے لکھائی جسکی عمدہ ہے چھپائی حسب حال

اشہر اسکی طبع کی کہنی ہو گر تاریخ تو
نیک آوان چھپ گیا مضطر کا دیوان کہدو سال
۱۳۲۰ء

(۲) عالیجناب معلی القاب مولوی دولت خانصاحب ساکن دارالشفا کوچۂ نواب ظہیرالدینخانصاحب حیدرآبادی

دہلوی مضطر کا دیوان چھپ گیا　　واہ کیا کہنے ہین اوسکے واہ واہ

کہدو آجل خوب ہے یہہ سالِ طبع
مضطر میمون کا دیوان چھپ گیا
۱۳۲۸ھ

(۱) جناب مستطاب مولانا مولوی حضرت نور محمد صاحب بہ انور مدرس مدرسہ ہاشمیہ واقع مسجد زکریا بمبئی تلمیذ حضرت نظامی صاحب مدرس اعلیٰ وطبیب

یہ ہے مضطر و ہادی کا کلام
ہے جن کا نصب حضرت وردے
مزا ہیں آمد کے لکھے ہیں خوب
بچایا ہے دیوان کو آوردسے
اسے ہے جو نقاد نقد سخن
نہ سمجھے گا کم جو ہر فردسے

کہا مصرع سال انور نے یہہ
بھرا ہے ہر اک شعر کیا دردسے
۱۳۲۸ھ

ولہ

اس بانکپن کے ساتھ یہ دیوان چھپ گیا
گویا عدو کے واسطے شمشیر کھنچ گئی

تاریخ عیسوی کہی انور نے لاجواب
توام یہ عشق وحسن کی تصویر کھنچ گئی
۱۹۱۰ع

ولہ

پرکھو نگاہ والو اس گوہر سخن کو
کہتے ہیں خاص اسکو طرز بیان دہلی

انور نے خوب لکہا ترتیب کا یہ مصرع

ہے اس سخن مین کیا کیا رنگِ زبانِ دہلی
۱۳۲۷ھ

(۱) جنابِ معلی القاب مولانا مولوی محمد عبدالحمید صاحب المتخلص بہ آزاد
ساکن بلدہ حیدر آباد تلمیذ نواب فصیح الملک داغ دہلوی مرحوم

مطبوع ہوا کلام نایاب و فصیح — مضطر نے دکھائے ہین ہنر کے جوہر

آزاد کہو تم اس کا سالِ تاریخ
اعجاز کمال ہے کلامِ مضطر
۱۳۲۸ھ

(ب) جنابِ معلی القاب مولانا مولوی منشی محمد علی صاحب منصبدار علاقہ
دیوانی نبیرہ بلہار صاحب مغفور حیدر آبادی تلمیذ سخی مرحوم از خاندان آتش مرحوم

مضطرِ شیرین سخن کا ہی کچھ ایسا کلام — دیکھ کے باغِ سخن اُڑ گیا رنگِ چمن

کہہ دیا بیدار نے سمجھ مین سالِ طبع
خوب ہے پھولا پھلا اب یہ نہالِ سخن
۱۳۲۸ھ

ولہ

چھپ گیا دیوانِ مضطر چھپ گیا — جسمین اک مضمون نہین طول و فضول

کہدو اے بیدار اِس کا سال تم
چہپ گیا مضطر کا دیوانِ قبول
۱۳۲۰ف

ولہ

مضطر کا دل نہ کیون ہو شگفتہ مثالِ گل　　فضلِ خدا سے پہولا پہلا گلشنِ سخن

بیدار معجبہ مین یہ کہدے تو سالِ طبع
شاد آب آج ہوگیا ہے نظم کا چمن
۱۳۲۸ھ

ب) جناب مستطاب مولانا مولوی محمد نور خانصاحب بہ تخلص بیدل شمس آبادی اجمیری تلمیذ بلبل بوستان نازک خیال طوطیٔ شکرستان خوش مقالی افقم الدولہ مولانا ظہیر دہلوی جانشین حضرت ذوق

مضطرِ خوش فکر کا دیوان چہپا　　نفرہ نفرہ جس کا پُرتاثیر ہے
کون مضطر یادگارِ میر درد　　جس کی اقلیم سخن جاگیر ہے
ہین نئے مضمون نئی طرزِ سخن　　شاعری کی اک نئی تصویر ہے
ہے سخن گوئی مین استادی کی شان　　انحراف اسبات سے تکفیر ہے

کیا رباعی کیا قصیدہ کیا غزل
خاص اردوئے معلیٰ کی زبان
ہے یہ دیوان یا کہ فنِ شعر کی
اسکا اک اک شعر سن کر وجد مین
بہت سے طبع بیدل فی البدیہ

دسترس ہر اک مین شکلِ میر ہے
صاف ہر اک شعر مین تحریر ہے
ایک جیتی جاگتی تصویر ہے
آفرین خوانِ روحِ دردؔ و میرؔ ہے
صفحۂ کاغذ پہ یون تسطیر ہے

ہے بیانِ مضطر معجز بیان
یا زبانِ میرزا و میر ہے
۱۹۱۰ء

(پ) جناب مستطاب مولانا مولوی محمد باقر علی صاحب متخلص بہ باقرؔ
خاندانِ عالیہ و مدیر سابق پرچہ فصیح دکن تلمیذ شاد علی بہادر حیدرآباد دکن

مبارک عندلیبانِ سخن کو
یہ ہین باغِ جنابِ دردؔ کے پھول
کرون تعریف انکی مین رقم کیا
ہوئی جب مضطرؔ کو جس دم فکرِ تاریخ

بہت پھولا پھلا بستانِ مضطر
زہے حسنِ بہارستانِ مضطر
سخن سے خود عیان ہے شانِ مضطر
پکار اٹھا ہر اک اربانِ مضطر

گزر کر از سرِ اندوہ کہدو

سکونِ دل ہے یہ دیوانِ مضطر
۱۳۱۹ف

(ب) جناب معلی القاب مولانا مولوی سیّدی سندی میاں محمد اسحاق صاحب المتخلص ہیکل رئیس انبالہ مقیم ریاست جو نپور تلمیذ حضرت مصنف

تعالی اللہ زہے دیوانِ حضرت	زسرتاپا خیابانِ بلاغت
نگویم شاعرِ رنگین بیانش	بہ ملکِ شعر میدارد کرامت
زبان باحسنِ مضمون دوش بردوش	بجائے عشوہ و جائے طلاقت
گہے در ساز و سوز و گاہ درناز	گہے تصویر غم گہہ شکلِ راحت
حجابِ جلوہ اش نازک بیانند	نقابِ غمزہ اش رنگِ لطافت
شدہ مطبوع چون دیوانِ مضطر	کلامِ خوب ترجانِ بلاغت

من از نوکِ زبان گفتیم ہیکل
سنِ ہجریش۔ اشمارِ فصاحت
۱۳۲۸ھ

(ت) جناب مستطاب معلی القاب حاجی سیّد تجمل حسین صاحب تجمل چشتی النظامی قادری الفخری جلال پوری مقیم بمبئی

دلچسپ ادا بندی انوکھے ہین مضامین ۔۔۔ اندازِ بیان دیکھیے کتنا ہے غضب کا

کیونکر نہ ہو مقبول زمانے مین تجمل
دیوان یہ ہے مضطرِ پاکیزہ لقب کا
۱۳۲۸ھ

وله

واہ اے مشاطۂ گیسوے محبوبِ سخن ۔۔۔ تو نے کیسی جانفشانی سے سنواری بول چال
پھر بھی ایسی کرتے ہین لٹھ مار باتین مدعی ۔۔۔ کرتی ہے سر پیٹ کر فریاد و زاری بول چال
جسکو دیکھو اُسکا دعویدار آتا ہی نظر ۔۔۔ خاص اردوے معلی ہے ہماری بول چال
ہان مگر دیوانِ مضطر جو چھپا ہے اندنون ۔۔۔ اسمین پائی جاتی ہے دلّی کی ساری بول چال
روزمرہ کیون نہ قربان دل مصنف پر کرے ۔۔۔ جبکہ رکھتی ہے خیالِ جان نثاری بول چال
حضرتِ مضطر مین ہین موجود ساری خوبیان ۔۔۔ میل جول آدابِ محفل وضعداری بول چال

مصرعِ سالِ مسیحی یون تجمل نے لکھا
کتنے اچھے ہین یہ مضمون کیسی پیاری بول چال
۱۹۱۰ء

وله

اے اہلِ زبان دیکھو اشعار ہین مضطر کے ۔۔۔ موجود ہے سارا رنگ اردوے معلی کا

تاریخ سنِ فصلی کہدو یہ تجمل تم

دیوان میں ہے کتنا رنگِ اردوئے معلی کا
۱۹۱۳ف

ش) جناب معلی القاب مولانا سید نجم الدین صاحب المتخلص بہ ثاقب بدایونی الملقب بہ پہلوان سخن وطوطی گجرات و اڈیٹر رسالہ المحب حال وارد حیدرآباد دکن محلہ شاہ علی بنڈہ

دُرِ تاجِ سُخن - دیوانِ مضطر جب ہوا شائع
یہ دیوان ہے وہ دیوان جسکے چھپنے کی ضرورت تھی
یہی اک یادگارِ خاندانِ درد باقی ہیں
غنیمت ہے یہ دم بھی دہلی والو نمین خدا رکہے

ہوا آراستہ جسمِ عروسِ نظم پُر زیور
ہوا احسان اک اہل زبان کا آج اردو پر
انہیں پر نازان کے ہم زبان کرتی رہی اکثر
طبیعت ہم بھی خوش کر لیتے ہیں انکی غزل سُنکر

جو فکرِ سال ہے ثاقب تو کیوں سر در گریبان ہو
سِن فصلی لکھو تم بھی - کلامِ افصحِ مضطر
۱۹ ۱۳ف

ج) جناب معلی القاب مولانا مولوی محمد عبد الغفور صاحب صدیقی المتخلص بہ جودت منصبدار رکاب علا و صرفخاص تلمیذ حضرت شوق ظلہ

صد شکر خداوندِ دو عالم مضطر
دیوان ترا اپنی نظیر آپ ہوا

بیساختہ کہدو سنِ ہجری جودت
گنجینۂ اسرارِ سخن چاپ ہوا
۱۳۲۸ھ

(ج) جناب معلی القاب میر تبرالعلی صاحب جمیل تلمیذ حضرت ثاقب صاحب طوطی گجرات و پہلوان سخن و اڈیٹر رسالہ الحجاب اور حال وارد محلہ شاہ علی نبڈہ حیدر آباد رئیس بدایونی ضلع ایٹہ

اللہ رے حسنِ طبعِ مضطر
ہر شعر مین اک نئی ادا ہے

دیوان ہے زیادہ اسکی ہر بیت
ذرہ خورشید سے سوا ہے

شوخی ہے بیان مین کچھ ایسی
رنگِ رخِ یار بھی فدا ہے

سنکر جسے باغ باغ ہین دل
طرزِ بندش وہ دل کشا ہے

شائع ہوتا ہے اِنکا دیوان
مژدہ یہ جمیل جانفزا ہے

ہے نغمہ سرا زبانِ بلبل
اک پھول پہ باغ درد کا ہے
۱۳۲۸ھ

(ج) جناب معلی القاب مولانا مولوی حافظ محمد جلیل حسن صاحب المتخلص بہ جلیل جانشین امیر احمد مینائی لکھنوی مرحوم و مغفور شاعر خاص و مصاحب دربار شاہ دکن خلد اللہ ملکہ

نیا ہے دیوان نیا سخن ہے سخن ہے یا دل کشا چمن ہے
جو شعر ہے شاخِ نسترن ہے جو لفظ ہے غیرتِ گُلِ تر
صبا سے چھپنے کا سُنکے مژدہ ہوئے ہزاروں کے دل شگفتہ
جلیل نے سالِ طبع اس کا لکھا کلام فصیح مضطر
۲۸ ۱۳

(ح) جناب معلی القاب مولانا مولوی منشی حافظ محمد ابراہیم صاحب انعامدار متوطن ضلع محمد آباد بیدر تلمیذ حضرت مصنف

حضرتِ مضطر کا دیوان چھپ گیا اللہ کا شکر
آسمانِ شعر کے مشہور ہیں بدرِ منیر
اسلئے اپنے پرائے کہتے ہیں تاریخ اب
کہدو حافظ سال تم ہے بعدیل و بنظیر
۱۳۱۹ ف

(خ) جناب مستطاب مولانا مولوی عبدالکریم صاحب المتخلص بہ خادم

مالیگانوی شاگردِ حضرتِ تجمل جلال پوری

بصد خوبی ہوا مطبوع دیوان
مبارک باد اے یارانِ مضطر

سُنا و مصرعِ تاریخ خادم
پسندِ طبع ہو دیوان مضطر
۱۳۲۸ھ

(۱۳) جناب مستطاب مولانا مولوی شیخ محمد بخش صاحب رشید ساکن اگیت پوری شاگردِ حضرت تجمل جلال پوری

غضب کی طبیعت میں شوخی بھری ہے
نہ کیوں چلبلے ہوں مضامینِ مضطر

رشید اتنی ہے فکرِ تاریخ کی کیا
کہو بے تکلف ریاحینِ مضطر
۱۳۲۸ھ

(۱۴) جناب مستطاب مولانا مولوی منشی علی احمد صاحب المتخلص بہ زیرکؔ شاہجہانپوری تلمیذ حضرت برتر

مضطرِ خوش فکر کی ہے فکر بھی
شانہ کشِ زلفِ نگارِ سخن

طبع سے دیوان کے وہ رونق بڑھی
ہوگیا آباد دیارِ سخن۔

شور ہے زیرک کہ نسیم زبان
لائی ہے کیا تازہ بہارِ سخن
۱۳۲۸ھ

ولہ

چمکا ہوا ہر شعر ہے اس دیوان کا　　روشن نہ ہو کس طرح سے نامِ مضطر

زیرک تجھے تاریخ کی ہے فکر عبث
کہہ ہدیۂ نایاب کلامِ مضطر
۱۳۲۸ھ

(س) جناب معلی القاب مولانا مولوی حکیم محمد عبدالحی صاحب تخلص سعدی خاندانی طبیب حیدرآبادی محلہ شاہ علی بنڈہ

نحمد اللہ العزیز الاکبر　　من لدنہ رحمۃ للاصغر
اول الفرض لعبد حمد لا　　ھذا وصف المضطر فی الاخر
وھو فی الشعر لبیب ماھر　　ان شعرہ عن قبیحات بری

ارّخ السعدی لطیع شعرہ
النظر و حسن الکلام المضطر
۱۳۲۸ھ

ولہ

ترتیب داد دیوان کو
بنگر کمالِ مضطر

درخاندان درد است
این است حالِ مضطر

سعدی سرائے مدح است
حسن کمالِ مضطر

داری چو فکر سالش
گو قیل و قالِ مضطر
۱۳۲۶ھ

ولہ

طبع اب ہو گیا مضطر کا کلام
شوق ہیں چھپکے ہر اک تہا مضطر

اسکی کہنی ہو جو سعدی تاریخ
کہہ دو دیوانِ نفیس مضطر
۱۳ف

(س) جناب مستطاب مولانا مولوی سید سلطان میاں صاحب تخلص سلطان منگروی تلمیذ حضرت تجمل جلال پوری

غزل ہر ایک ہے بہتر سے بہتر
نہ کیوں ہر شعر ہو اچھے سے اچھا

لکہو تم مصرعِ تاریخ سلطان
چھپا دیوانِ مضطر صاف و زیبا
۱۳۲۸ھ

(س) جناب مستطاب مولانا مولوی منشی محمد سعید صاحب متخلص سعید

کیامی تلمیذ حضرت تجمل جلال پوری

آپ ہیں یادگارِ خواجہ درد
اِس سے آگاہ ہر سخنور ہے

مصرع سال طبع کہہ دو سعید
جانفزا کیا کلام مضطر ہے
۱۳۲۸ھ

(ش) جناب مستطاب معلی القاب مولانا غلام محمد صاحب متخلص شوق حیدرآبادی نعمانی ابو العلائی صیغہ دار محکمہ عدالت و کوتوالی و امور عامہ سرکار عالی

حبذا دیوانِ مضطر طبع شد
درد دل را نسخہ آمد بدست
با مسیحا گفت رضوان فرِدہ
این دوا ے دردمندِ عشق ہست

از سرِ جان شوق سالِ طبع گفت
ہست زاہد پارسا زین بادہ مست
۱۳۲۸ھ

(ص) جناب مستطاب شاعر بےبدل مولوی و مولائی سیٹھ محمد عبد القادر صاحب شاکر متوطن وانم باڑی علاقہ مدراس

حضرتِ مضطر نے کیا دیوان لکھا واہ وا — سے ہے خیال پاک کا پاکیزہ دفتر پاک وصاف

کاٹ کر اعداد کا سر تاریخ مطبوع کتاب
لکھدی شیدا نے کہ ہے دیوان مضطر پاک صاف
۱۳۲۸ھ

نتیجۂ طبع جناب مستطاب مولانا مولوی محمد عبد الاحد صاحب متخلص بہ شفق متعلم مدرسہ ہاشمیہ بمبئی تلمیذ جناب حضرت انور صاحب مدظلہ العالی

چھپا ہے خوب یہ دیوان حضرتِ مضطر — ہر ایک شعر غضب کا ہے چلبلا دلچسپ

شفق نے مصرعِ تاریخ طبع یہ لکھا
کلامِ مضطر جادو بیان ہوا دلچسپ
۱۳۲۸ھ

نتیجۂ طبع جناب معلی القاب مولوی مولانا میر کاظم حسین صاحب متخلص بہ شیفتہ کنتوری حال وارد حیدر آباد

کھلا دیوان کے عالی مضامین سے — رسا ہے ذہن تاکیوان مضطر کا

لکھی ہے شیفتہ نے طبع کی تاریخ
چھپا ہے اندنوں دیوان مضطر کا
۱۳۲۸ھ

(ش) جناب مستطاب الاخطاب نواب محمد حسن خانصاحب بہادر المتخلص بہ شمشاد رئیس ضلع سہارنپور شاگرد رشید حضرت مصنف

کلام حضرت اوستاد چھپکر ہو گیا شائع
ہر اک مطلع ہے رشک مطلع مہر درخشان کا

یہ دلّی کی زبان ہے خاص اردوے معلّی ہے
یہ مضمون کسنے لکھے اور کہان ایسا سخن بانکا

تلامیذ اس سے کیا کیا فیض پائینگے زمانہ مین
کہ فن شعر کا اُستاد ہے ہر صفحہ دیوان کا

جناب درد کے ہین خاندان مین حضرت مضطر
فرا ہر شعر مین اسواسطے ہے درد پنہان کا

سروش غیب نے تاریخ کا مصرع کہا شمشاد
یہ جان شاعری دیوان ہے اوستاد ہمہ دان کا
۱۳۲۸ھ

(ص) جناب معلی القاب مولانا محمد عبد الکریم خانصاحب متخلص بہ صبر دہلوی ملازم مہاراجہ سر کشن پرشاد یمین السلطنت مدار المہام بہادر سرکار عالی

بحمد اللہ طبع ہو گیا ہے
خزانہ شعر کا مضمون کا دفتر

اگر پوچھو زبان۔ تو خاص اردو
ہر اک بندش ہر اک بندش [illegible]

خیال صبر بھی یون بول اوٹھا
کہ ہو تاریخ بھی دیوان کی بہتر

نکالا فکر سے سال عطیہ ۱۳۰۱ھ
ملا ہے ذرّہ سے دیوان مضطر ۱۳۲۸ھ

ولہ

بنارش ہے ساری چست مضامین سب ہیں | مضمون پاک صاف تو ستھری زبان - کہو -

دیوان کے طبع ہونیکی تاریخ تم ہی صبر
اعلیٰ کلام مضطر جادو بیان - کہو ۱۳۲۸ھ

ولہ

مضطر دہلوی کے دیوان مین | نئے مضمون پاک صاف زبان
ایک دریا ہین مختلف موجین | کیا دکھایا ہے زور طبع روان
کہین آسان کو کردیا مشکل | کہین مشکل کو کردیا آسان
طبع کے سال کا ہوا جو خیال | بول اوٹھا فکر نظم صبر کہان

سر اعدا نکالکر کہدو
خوب بہتر چھپا ہے یہ دیوان ۱۳۲۸ھ

ض جناب مستطاب معلی القاب والاخطاب استاد زمان صاحب عالم حافظ مرزا امیر الدین صاحب المتخلص بہ ضیا تیموری دہلوی

جانشین اوستادِ جہاں

اوستادِ شاہ دکن نواب

کلام میر محمد علی مضطر

ضیا بہ تعبیہ

ہے اوجِ مضطر کا
۲۸

(ط) جناب مستطاب معلی القاب مولانا مولوی

طاہر محلہ مغلپورہ خاص شہر مرادآباد

خداک اللہ اے مضطر ہمہ دیوان گلفشان گفتی
گلش حرف و سطورش شاخ و شبنم نقطہا باشد
زبان تا سر بوصفِ حسنِ مضمونش ہمین کافی
خداوندا مبارک این چمن نبدِ مضامین را

کہ پُر و کرد معنی راز مضمونہائے سنجیدہ
برائے بزم احباب این عجب گلدستہ گردیدہ
ورا دیدہ عجب دیدہ پسندیدہ طرب چیدہ
کلام فرحت افزا و سخن سنجیدہ سنجیدہ

بگو تاریخ طبعش طاہر دل خستہ از فرحت
چہا دیوان پسند طبع خاص و عام گردیدہ
۱۳۲۸ھ

...زار بجا ہے کہنا

...یدپر انوار بجا ہے کہنا

...ورحسن کا گلزار بجا ہے کہنا

...ہو ظاہر

...دو یار بجا ہے کہنا۔

...وستاد مسلم الثبوت راقم الدولہ ہماشیدظہیرالدین حسین

...المتخلص بہ ظہیر دہلوی الملقب نواب میرزا آخری

یادگار خاقانی ہند اوستاد ذوق مرحوم دہلوی مد ظلہ وارد حیدرآباد دکن

بحمد اللہ ہوا مطبوع مطبع		ریاض بے خزاں بستان مصطفیٰ

ظہیر اس گل کدہ کی ہے یہ تاریخ
قبول اہل دل دیوان مصطفیٰ
۱۳۲۸

ع) جناب معلی القاب مولانا مولوی محمد عبدالعزیز صاحب مہاجر

مصنف کتاب الانسان وغیرہ منتظم دفتر صدر محاسبی سرکار عالی

داد ترتیب شاعر دیوان		بہت مشہور نام مضطر ہند	

سالِ ترتیب عزیز در ماندہ
گفت عمدہ کلام مضطر ہند
۱۳۱۸ ف

ع) جناب معلی القاب مولانا مولوی حکیم عبد الکریم صاحب ساکن محلہ موتی گلی حیدر آباد دکن

چھپ گیا دیوان تو اب مضطر خوش فکر کا		ہے کلام ایسا کہ جی چاہتا ہی ہر آن دیکھیے	

مصرعہ تاریخ اسکا کہد واے عبد الکریم
چھپ گیا نازک زبان مضطر کا دیوان دیکھیے
۱۳۲۸ ھ

ف) جناب معلی القاب مولانا مولوی محمد عبد الولی فاروقی حیدر آبادی تلمیذ حضرت داغ دہلوی مرحوم

کیوں نہ آنکھوں پر رکھیں دیوان کو اہل کمال		روزمرہ صاف بندش چست مضمون بے مثال	
مصرعہ تاریخ بہی سب سے اچھوتا ہو فروغ		ایسے دیوان کے لیے تاریخ بہی اپنی کال	

مصرعۂ تاریخ یون لکہدے فروغ نکتہ رس
مضطر بیدل کا دیوان چہپ گیا ہی لازوال
۱۸ ۱۴ ۱۴ ف

ف) جناب فلک الاخطاب نواب محمد مرزا حسن علی بیگ صاحب بہادر المتخلص فرحت منصبدار و جاگیردار خلف جناب نواب محمد ابراہیم بیگ صاحب مرحوم مصاحب شاہ دکن خلد اللہ ملکہ تلمیذ حضرت مصنف

اے نظم دلپسندت چون انگبین و شکر	ہر لفظ لعل و مرجان ہر کلمہ دُر و گوہر
نازد سخن کہ ناز جانان ہیم وخبِ غب	انداز ہر کلامش انداز حور منظر
ہر مصرع غزل را گوئی کہ قند مصریست	ہر شعر پارہ از رخسار ماہ پیکر
جائے کہ ذکر وصل شوخ جہان بیامد	از ہر ادائے ذکرش لطف دگر میسّر
جا بیکہ ذکر ہجر جانان سیم تن رفت	کوہ زصدمۂ غم بر دل فتاد آخر
جا بیکہ ذکر حسن آن شوخ چشم آمد	حسن قمر جمال شمس آمدہ مکدّر
چون آمدہ بگوشم مطبوع گشت دیوان	زین مژدہ طبع محزون گردید شاد خوشتر

فرحت درین مسرت چون سال طبع جستم

ہاتف بگفت آمد۔ دور زبان مضطر
۱۳۱۹ف

ف) جناب معلی القاب ابوالفیض فقیر احمد صاحب فقیر حیدر آبادی
تلمیذ حضرت ظہیر دہلوی

یہ مضطر نے دیوان لکھا ہے عجب	سراپا ہے گلزار عیش وطرب
زہے حمدِ حق اور نعت نبیؐ	فدا جس پہ ہے جان ہر ایک کی
کہین قصئے ہین عاشقانہ رقم	کہین اپنی حالت لکھی دمبدم
زبان مستند دہلی والون کی ہے	یہ گفتار نازک خیالون کی ہے
طبیعت عجب پائی ہے لاجواب	سپہر سخن کے ہین یہ آفتاب
کہین شام فرقت کا احوال ہے	کہین زندگی غم سے جنجال ہے
کہین پر کیا بادہ خوارونکا ذکر	کسی جا ہے پرہیزگارونکا ذکر
کلیسا سے مسجد مین جانا کبھی	اودھر بزم واعظ مین آنا کبھی
کہین خواب مین وصل کا ذکر ہے	کبھی کچھ کبھی کچھ نئی فکر ہے
کہین دلکی ہے بیقراری کا ذکر	کہین شب مین کچھ اشکباری کا ذکر
کہین آسمان کی شکایت لکھی	کہین اہل دنیا کی عادت لکھی

کہین واعظون کی مذمت لکھی — کہین میکشون کی فضیلت لکھی
طبیعت بہی اچھی لیاقت بہی خوب — سخن بہی ہے نایاب جودت ہی خوب
زبان میر کی درد کا رنگ ہے — کہین غالب و ذوق کا ڈہنگ ہے
نصیر اور سودا کی ہے بول چال — غزل مین دکہاے ہین کیا کیا کمال
غرض انکے حصّے مین ہے شاعری — یہ جو کچہ کہین ہے بجا وہ سہی
یہی خاص ہے دہلی والونکا رنگ — یہی تو ہے نازک خیالونکا رنگ
ہوے ہے دہلی والونسے یہ فیضیاب — کلام انکا کیونکر نہ ہو لاجواب
ہوئی طبع دیوان کی جب انکو فکر — کیا تب اُنہون نے یہ مجہسے بہی ذکر
یہی اونکا ارشاد تہا دمبدم — فقیر ایک تاریخ کرتو رقم
عنایت ہے انکی مرے حال پر — کرم کی یہ رکہتے ہین مجہپر نظر
نہایت ہی یہ آدمی ہین خلیق — کرم گستر و مہربان و شفیق
مجہے فکر تہی اسکے تاریخ کی — وہ پیشِ نظر ہے جو مینے لکہی

یکایک فلک سے یہ آئی ندا
زہے دفترِ شاعری چہپ گیا

ق) جناب مستطاب مولانا مولوی سیّد قادر حسین صاحب متخلص قادر

حیدرآبادی تلمیذ حضرت داغ دہلوی مرحوم و مغفور و حضرت ظہیر مدظلہ تجویلد از فرانشخانہ مبارک

طبع رنگین کلام مضطر شد		آن کردار در طبیعتے نادر	

سال تاریخ اختتام او
(سخنے خوب) زدر قسم قادر
۲۸ ۱۳ ھ

(ل) جناب مستطاب مولانا مولوی سید سندی محمد رضی الدین حسین صاحب المتخلص بہ کیفی رئیس محلہ مغل پورہ حیدرآباد دکن

میر مضطر یادگار میر درد دہلوی		آپکا دیوان کیا بیمثل ہے بے اشتباہ	

حضرتِ کیفی نے پیٹے دلسے سالِ انطباع
لکھدیا - دیوان مضطر دید کے قابل ہے واہ
۲۸ ۱۳ ھ

(ک) جناب مستطاب مولانا مولوی سید قاسم علیصاحب المتخلص بہ کوثر مدرس مدرسہ اردو اسکول ساکن کاٹھیواڑ تلمیذ حضرت انور مدظلہ

اے زہے فکرِ حضرتِ مضطرؔ
ایسے شعر و سخن کا کیا کہنا

کہدو بے روئے ابتدا کوثرؔ
ہے یہ دیوان سبے نظیر لکھا
۱۳۲۸ھ

ک) جناب مستطاب مولانا مولوی سیّدی سندی حسنی حسینی حکیم محمد مہدی صاحب کمالؔ لکھنوی طبیب علی و مصاحب خاص بندگان حضور والی ریاست رامپور دام اقبالہم خلف الصدق و جانشین سر آمد سخنوران با کمال فخر شعرائے ماضی و حال جناب حکیم سید ضامن علی صاحب جلالؔ لکھنوی

میر درد دہلوی کے ہیں جو مضطر یادگار
گھٹتی ہے پریشانی تو بڑھتا ہے سرور
درد حسرت ۔ یاس ۔ شوخی ۔ دلفریبی ۔ دلکشی
پڑھنے والے سننے والے تہام لیتی ہیں جگر

اس سبب منتخب اشعار اس دیوان کے ہیں
دل کی تسکین کا سبب اشعار اس دیوان کے ہیں
کیوں نہ حیرت ہو عجب اشعار اس دیوان کے ہیں
کہئے یہ آفت غضب اشعار اس دیوان کے ہیں

طبع کا جب سال پوچھا یہ کہا دل نے کمالؔ
دلکش و دل سوز سب اشعار اس دیوان کے ہیں
۱۳۲۸ھ

OSMANIA UNIV

ولہ

مصنف جو ہین مضطر خوش بیان
تو دیوان ہے سارا بہرا دُرد سے

غضب اسکے دامن سے لپٹا ہو دُر
نہین ہے سخن یہ جدا دُرد سے

یہ کہتے ہین دل تہام کر سامعین
کہ اشعار مین ہے مزا دُرد سے

بیان وہ زبان سے عیان ہی کمال
بہرا ہے ہر اک شعر کیا دُرد سے
۱۳۲۸ھ

۴) جناب مستطاب مولانا مولوی حضرت محمد کرم علی خانصاحب کرم اہلکار دفتر صدر محاسبی سرکار عالی تلمیذ حافظ مرزا منیرالدین صاحب تیموری ضیا

مضطر شیرین بیان کی فکر سے
ہو گیا دیوان بحمداللہ تمام

اسمین سب مضمون بھرے ہین جانفزا
سُننے والے لوٹ ہون جسپر مدام

رنگ ہے اسمین ضیا و داغ کا
ہے زبان دہلوی کا التزام

اسکی یون تاریخ کہدے اے کرم
ہے کمالِ مضطر اعجاز کلام
۱۳۲۸ھ

۵) جناب معلی القاب مولوی سید فضل الرحمن صاحب خلف

جناب مولوی سید عبد الحمید صاحب تحصیلدار کلمنوی

پوچھا مضطر نامی کا کلام
پہر یو تازہ ہوا گلزار سخن

کہی مجہہ وونے اس کی تاریخ
برگزیدہ ہوا گلزار سخن
۱۳۰۰ ہجری ۲۸

(۵) جناب معلی القاب مولانا مولوی باوشاہ محی الدین صاحب خلف حضرت معروف علیشاہ صاحب قبلہ المتخلص بہ مفتون

درۃ التاج سخن کیا خوب ہے
سیکہنا اب اس سے آنکہیں سیکہنا

از سر زیب اسکا مفتون سال ہی
دیکہنا مضطر کا دیوان دیکہنا
سنہ ۱۳۰۰ ہجری ۲۸

(۵) جناب معلی القاب نواب محمد محمود علی صاحب المتخلص بہ محمود خلف عالیجناب نواب احتشام الدولہ بہادر بخشی دربار رئیس ناگ

ہو چکا ہے طبع مضطر کا کلام
دیرہے ہیں داد شکر اہلِ فہم

کہد و اسے محمود تم ہی اسکا سال

لو چھپا دیوانِ مضطر اہلِ فہم
۱۳۲۸ھ

(۵) جنابِ معلی القاب نواب بشیر الدین احمد خانصاحب بہادر
المتخلص بہ معجز تلمیذ حضرت کیفی حیدرآبادی مدظلہٗ

دُرِ تاجِ سخن ہے سال ترتیب	مرتب ہے جو دیوانِ خوش اسلوب

سرِ اعداء قلم کر کے اے معجز
لکھو تاریخِ تم - دیوانِ مرغوب
۱۳۱۸ف

(۶) جنابِ معلی القاب مولانا مولوی محمد علی صاحب مدراسی ملازم
علاقہ نواب ظفر جنگ بہادر مغفور ساکن جوہری گلی حیدرآباد دکن

دیوان طبع ہو گیا کیا خوب اور بہتر	دیوان تو نہیں ہے فصاحت کا ایک دُر

اب سال طبع اسکا یہ کہہ دے اے ملک تو
مقبولِ عام ہو یہ کلامِ فصیح مضطر
۱۳۲۸ھ

ولہ

صاحبِ دیوان مضطر ہو گئے	ہو گئی اب آنِ مضطر زیبِ علم

خوب ہے کہدو ملک اب سال طبع
چھپ گیا دیوانِ مضطرِ زیبِ علم
۱۳۰۷ھ

از جناب معلی القاب مولوی منشی سید محمد ناصر حمید صاحب برادر حضرت مصنف تلمیذ حضرت فراق شہرہ آفاق دہلوی

بھائی کا دیوان مرتب ہوا —
سنکے خبر ہوگئے ہم باغ باغ
بھائی ہے مضطر والا گہر

نام ہے جسکا دُرِ تاجِ سخن
دل کا گلستان ہوا رشکِ چمن
جسکا بیان زیب دہ انجمن

سال یہ ترتیب کا ناصر لکھو
دولی ہوئی عزتِ بزمِ سخن
۱۳۰۷ھ

از عالیجناب معلی القاب مولانا مولوی میر محمود علی صاحب حیدرآبادی المتخلص بہ نامی شاگرد حضرت سخی صاحب مرحوم یادگار خاندان حضرت آتش

خوب مضطر نے لکھا دیوان واہ
ہر غزل اسکی چمن سے کم نہین

دیکھکر دلکو ہوئی ہے خوشی
راستی ہین سطر ہے سروِ سہی

نقطے غنچے ہین تو ہر اک حرف گل
شعر ہر اک اسکا پہولونکی چہڑی

واہ کیا اچہا ہے یہ باغِ سخن
قلب کو ہوتی ہے جس سے تازگی

طبع کی تاریخ کا آیا جو دہیان
غیب سے آئی ندا مجہکو یہی

مجہ سے ہین لکہدو نامی سال طبع
اب پہلا پہولا یہ باغِ شاعری
۱۲۸۲ھ

ولہ

خوب مضطر نے لکہا ہے یہ دُرِ تاج سخن
کرتی ہے دلمین ہر اک کے راہ نظمِ دلفریب

یون تو دیوان سینکڑون نظرون سے گذرے ہین مگر
ایسی دیکہی ہی نہین واللہ نظمِ دلفریب

سالِ طبع کو جو پوچہا آئی ہاتف سے ندا
کہدو اے نامی یہی تم۔ واہ نظمِ دلفریب
۱۲۸۲ھ

ولہ

مضطر نے نہین لکہا ہے دیوان
پہولا ہے یہ باغ پُر فضا آج

پائی ہے عجیب طبع رنگین
رنگینی جسپہ ہے فدا آج

مضمون ہین نئے نرالی بندش
پہر کیون نہ ہو شہرہ جابجا آج

تاریخِ طبع کی جو کی فکر
ہاتف نے یہ دی مجہے ندا آج

سال اس کا ہے معجمہ مین ناؔمی
یہ گلشنِ نظم چھپ گیا آج
۱۳۲۸ھ

از جناب مستطاب معلی القاب نواب میر محمد علیخان صاحب بہادر المتخلص ناظم
شاگرد رشید جناب فصیح الملک نواب میرزا خانصاحب داغ دہلوی مرحوم

ہے حساب ابجد کا از بر دیکھیے	دیکھیے اے بندہ پرور دیکھیے
طبع کی تاریخ جب مطلوب ہے	آپ ناظم اس کو لکھکر دیکھیے
کی ہے کیا تائید حضرت درد نے	یہ کرامت ہے مقرر دیکھیے

ہو اگر دیوانِ مضطر مین کمی ۱۳۲۰ھ
درد کے اعداد لے کر دیکھیے
۲۰۸

از جناب معلی القاب منشی محمد عبد الرحیم خانصاحب نادر دہلوی ملازم
صرفخاص شاگرد جناب نواب فصیح الملک داغ دہلوی مرحوم

خوشبو سے معطر ہو نہ کیون اُسکے زمانہ	اشعار جو ہین مشک تو مضطر ختنِ نظم

یہ باغ ہے سر سبز کہ دیوان چھپا ہے

تاریخ بھی نادر کہو - مہر چمن نظم
۱۳۲۸ھ

(و) جناب معلی القاب منشی میر عبدالواحد صاحب المتخلص بہ واحد مصاحب ولی عہد بہادر ریاست ٹونک برادر حضرت مصنف تلمیذ حضرت مصنف

حسن ہر شئے مین مزا دیتا ہے
یہی دیوان گواہ ہے میرا۔
اسمین ہے حسن زبان دہلی
جتنی تعریف کرو تہوڑی ہے

اس سے بنتی ہے غزل مہ پیکر
دیکھلے اس کو جو چاہے پڑھکر
اس کا ہر شعر نہایت بہتر
فائدہ کیا ہے زیادہ لکھکر

طبع کا سال یہی لکھو واحد
حسن یوسف ہے کلام مضطر
۱۳۲۸ھ

یہ قطعہ تاریخ حضرت مصنف صاحب کی خاص ایک بزرگوار عالیخاندان کرمفرمائی کی ہے اون صاحب نے باعث انکساری یا اور کسی مصلحت سے اپنے نام کو مخفی رکھا ہے

ہوا طبع مضطر کا دیوان اوّل
سنا ہے کہ دیوان عدیم المثل ہے

بہت جسمین غزلین قصیدے ہین داخل
مصنف ہین جسطرح یکتا و فاضل

مری طبع نادیدہ مشتاق اوسکی
نہ فرصت مجھے - اور نہ مین اہل اسکا
مگر میرے مشفق جناب مصنف
ہوئی اس لئے فکر تاریخ مجھہ کو

کسی علم کا جیسے شایق ہو جاہل
حقیقت مین ہے فن تاریخ مشکل
مُصر ہین کہ ہو تیری تاریخ شامل
نہ نکلا کوئی مادّہ اوسکے قابل

کیا (نقد جان) نذر (دیوان مضطر)
تو آخر ہوئی اوسکی تاریخ حاصل
۱۳۲۸ھ

قطعہ تاریخ طبع دیوان از مصنف ہیچمدان

اوستاد کی عنایت اوستاد کا کرم تھا
اُردو زبان مین میرا دیوان ہوا جو تیار

احباب نے کیا جب مجبور مجھکو از حد -
تاریخ اسکی لکھدی - دیوان مضطر زار
۱۳۲۸ھ

خاتمہ

الحمد للہ والمنہ کہ بہمین ایزد منان این دیوان فیض بیان منشی میر محمد علی صاحب المتخلص بہ مضطر دہلوی کہ ہر مصرعہ برجستہ اش چون زلف خوبان و ہر بیت شگفتہ اش بسان بیت ابروی محبوبان مرتب شد واقع معمورہ مطبع شمسی حیدرآباد مورخہ ۲۵ ذیحجہ ۱۳۲۸ھ

[illegible]